صوفیہ نوربخشیہ مکتبہ فکر والوں
کے لئے ضروری ضروری احکام
اور مسائل پر مشتمل کتابچہ مسمّٰی

نوائے صوفیہ

زیرِ نگرانی
ابوالعرفان محمد بشیر براہ والے

(قسط - ۱)

نشر واشاعت
انجمن محمدیہ بلتستانیہ (رجسٹرڈ)
اسلام آباد

تفکر و تذکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ربّ العالمین نے انسان کو اس کائنات میں اُس کی اپنی ضرورت کی ہر چیز عطا کر رکھی ہے، کیونکہ وہ ہر مخلوق کو ایک بے نیاز خالق ہونے کی بنا پر رزق دینے والا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا القرآن ج ۱۲ س ہود

یعنی اللہ ہی کے ذمے زمین کے ہر ہر جاندار کو اس کا رزق فراہم کرنا ہے۔ پس اس دُنیا میں ہر ہر ذی رُوح اپنے رب کی طرف سے خود کو حاصل شدہ رزق سے بہرہ ور ہوتا رہتا ہے اور اپنی مخصوص معاشی سہولتوں پر خوش اور نازاں رہتا ہے۔

انسان چونکہ مخلوقاتِ خدا میں افضل نوع ہے لہذا اُس پر دیگر مخلوقات کی بہ نسبت کچھ مزید ذمہ داری عائد کر دی گئی ہے۔ اُس کو بے لگام نہیں رکھا گیا ہے۔ اُسے عقل جیسی بے بہا نعمت بخشی ہے جس کے ذریعے وہ کلیات کا ادراک کر سکتا ہے۔ وہ دنیا میں ترقی کی نئی نئی راہیں کھولنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ فضائے بسیط کو اپنی گزرگاہ بنا سکتا ہے۔ وہ کائنات کے مخفی اسرار کا کھوج لگا سکتا ہے اور نظامِ شمسی کے جملہ کرہ جات اس کی ایجادات کی زد سے باہر نہیں ہو سکتے ہیں۔

ان کمالات کے حامل ہونے کے باوجود کبھی انسان ربّ ذوالجلال کے نزدیک انتہائی پستی کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ یہ اس کی غفلت کوتاہی، انجام سے بے خبری، بے عملی اور طولِ امل کی وجہ سے ہوتا ہے۔

تاریخ
8-4-1405
1-1-1985
ہدیہ :
چھ 6/- روپے

صوفیہ نوربخشیہ مکتبہ فکر
والوں کے لئے ضروری
ضروری احکام اور مسائل
پر مشتمل کتابچہ مسمّٰی

نوائے صوفیہ

(قسط ۱)

زیر نگرانی :

ابوالعرفان محمد بشیر براہ والے

نشر و اشاعت :

انجمن محمدیہ بلتستانیہ (رجسٹرڈ) اسلام آباد

مضامین

صفحہ نمبر

دو ہلاکت خیز میلان:

اشرف المخلوقات کا مصداق انسان "کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلّ"

کا مصداق بھی بن جاتا ہے، جب

انسان عقل سلیم کے تقاضے چھوڑ کر انسانیت کے زمرے سے باہر ہو جانے کے رجحانات کا شکار بن جاتا ہے تو وہ خود کو انجام کے لحاظ سے ناکام، نامراد اور دردناک عذاب الٰہی کا سزاوار بناتا ہے۔ اس عبرتناک اختتام کیلئے دو ہلاکت خیز میلانوں کا خیر مقدم کرتا ہے، جو یہ ہیں:۔

۱۔ خواہشات نفس امّارہ کی پیروی کرنا۔

۲۔ لمبی لمبی امیدیں وابستہ کرنا۔

چنانچہ جناب امیر علیہ السلام اپنے احباب کو حقیقی کامرانی سے ہمکنار دیکھنے کی خاطر ان دو ہلاکت خیزیوں سے پوری طرح آگاہ رہنے کیلئے بطور انتباہ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ اثْنَانِ ۝ اِتِّبَاعُ الْهَوٰى وَ طُوْلُ الْاَمَلِ اَمَّا اِتِّبَاعُ الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَ اَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَيُنْسِي الْاٰخِرَةَ ۝

یقیناً تمہارے حق میں مجھے سب سے زیادہ دو خوفناک چیزوں کا اندیشہ ہے:

۱) خواہش نفس کی پیروی

۲) لمبی آرزو

پس خواہش نفس کی پیروی انسان کو حق سے باز رکھتی ہے اور لمبی آرزو آخرت کو فراموش کرنے کا سبب بنتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ان دو خوفناک رجحانات سے کنارہ کش رہنے میں انسان کی حقیقی ترقی اور معنوی کامرانی پوشیدہ ہیں

ضرورت بیداری: انسان کو انسانیت کے دائرے میں انسان بن کے رہنے کے لیئے ان اقدامات کو اپنانے اور بروئے کار لانے کی ضرورت ہوتی ہے جن کے سبب سے وہ ہلاکت میں پڑنے سے محفوظ رہ سکے۔ اس کی انسانیت متاثر نہ ہو، عالم کفر والحاد کی عظیم مادی ترقی، بناؤ سنگار کی دلفریب جلوہ گری اور حیا سوز قبائح و منکرات کی رنگین پذیرائی سے وہ منفعل نہ ہو، اس کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ آئے، حرارت ایمانی اس کو روحانی ترقی کی راہ پر گامزن رکھے اور وہ مغرب کی پر فریب رنگینیوں پر ایک سچے مومن کا کردار ادا کرتے ہوئے علامہ ڈاکٹر اقبال کے اس بے بہا قول کا سراپا مصداق رہے ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے مری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

مقصد یہ ہے کہ ہمیں مکمل طور پر بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔ بیدار رہنا ہی ہم کو عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق ایک کامل الایمان فرد مومن کی طرح اسلامی معاشرہ اپنانے کا موقع فراہم کر سکتا ہے۔ فرمان جناب امیرؑ ہے:

فَاجْهَدْ وَلَا تَكْسَلْ وَلَا تَكُ غَافِلًا
فَنَدَامَةُ الْعُقْبَىٰ لِمَنْ يَتَكَاسَلُ

یعنی تو محنت کر سستی نہ کر، غفلت شعار نہ رہ، کیونکہ کاہلی کا مظاہرہ کرنے والے کو آخرت میں پشیمان ہونا ہے۔

دور حاضر میں ہمیں بیدار رہنے کی سب سے زیادہ ضرورت

اس وجہ سے بھی ہے کہ موجودہ دور نت نئی ایجادات اور مختلف النوع سائنسی ترقی کے بامِ عروج پر رسائی پانے کا زمانہ ہے۔ ان حالات میں بعض اوقات مختلف اسباب و عوارض کی بنا پر کسی بھی مؤمن کا ایمان قدرے متزلزل ہو سکتا ہے اور وہ بقول ِ سمجھنے

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے، کلیسا مرے آگے

والے امکانی خطرے کا شکار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بہت سے پسماندہ اسلامی ممالک میں ایسا ہو چکا ہے۔ ایسی صورت کا رونما ہونا اہل ایمان کے لئے ایک معنوی چیلنج ہے جسے قبول کر کے ہمیں اپنی ایمانی سرحدوں کے معنوی دفاع کو اتنا ناقابل تسخیر بنانا ضروری ہے کہ کوئی بھی غیر روحانی خفیہ تحریک یا کوئی بھی نفاق پسند عنصر ہمارا معنوی حصار ہرگز ہرگز نہ پھلانگ سکے اور نہ ہی اس میں اس کی نقب زنی کامیاب ہو سکے۔

سببِ بیداری: خوابِ غفلت کا بچھونا چھوڑ دینے سے انسان میں بیداری کی تیز لہریں اٹھتی ہیں، خود احتسابی کا رجحان جنم لیتا ہے "تفکر" کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک میں مختلف مقامات پر مختلف احوال وغیرہ کے ذکر کے ساتھ "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ" کا اعادہ ہوا ہے۔ گویا غور و فکر کرنا انسان کے لئے نیک انجام کے اسباب فراہم کرتا ہے۔ یہ اتنا عظیم کام ہے جس کے بارے میں ارشادِ نبوی ہے:

"تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ"

یعنی ایک ساعت کا غور و فکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

یہ مبنی برحق چیز ہے کہ ایک آدمی سال بھر عبادت میں مصروف رہتا ہو مگر اس میں خود احتسابی کا جذبہ نہ ابھرتا ہو، انجام پر اس کی نظر نہ ہو، غور و فکر سے وہ یکسر عاری ہو، وہ یونہی ایک عبادت گزار کا روپ دھارتا رہتا ہو قابلِ مذمت خصلتوں سے ایسے چھٹکارا نہ ملا ہو اور وہ اخلاص کی صفت کے ساتھ متصف نہ ہو تو ایسی پرستش کی کوئی قدر و قیمت اللہ پاک کے ہاں نہیں کیونکہ اس ذاتِ پاک کا تو یہی فرمان ہے:

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ ۝

(القرآن ج ۳۰ س بینہ) یعنی لوگوں کو حکم صرف اس کام کا دیا گیا ہے کہ وہ مائل بہ حق ہو کر دین کو اللہ کیلئے خالص بنانے کی حالت میں اللہ کی عبادت کریں۔ گویا ایک مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ فردِ مخلص اور فردِ حنیف بن کر اللہ پاک کے احکام بجالائے۔ اس حالت کی وجہ سے وہ ریاکاری سے خود بخود کنارہ کش رہ سکے گا۔ یہ حالت مومن پر حقیقی غور و فکر سے طاری ہو سکتی ہے۔ صادق آلِ محمد علیہ السلام کا فرمان گرامی ہے:

لَا يَنَالُ مَنْزِلَةَ التَّفَكُّرِ اِلَّا مَنْ خَصَّهُ اللّٰهُ بِنُوْرِ التَّوْحِيْدِ وَالْمَعْرِفَةِ ۝

یعنی غور و فکر کا مقام صرف وہ شخص پا سکتا ہے جس کو اللہ نے توحید اور معرفت کے نور کے ساتھ مخصوص کر دیا ہو۔

ہم بھی اگر یہ مقام حاصل کرنا چاہیں گے تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم کم از کم خود کو ایک سچے مؤمن مسلمان کا مصداق بنانے میں ایک حد تک کامیاب افرادِ قوم کہلائے جا سکیں۔ ہمارے باطنی اسرار اور ظاہری اظہار میں نفس الامر کے لحاظ سے کوئی تضاد نہ ہو، ہمارا شیرازہ

اسی تضاد کی وجہ سے منتشر ہوا ہے۔ اسی تضاد کی وجہ سے بہت سے علاقوں سے ہمارے معنوی وجود کا جنازہ نکالا گیا ہے۔ اسی تضاد کی وجہ سے بہت سے علاقوں میں مراکزِ تجلیات ہماری خانقاہیں ویرانی کی منہ بولتی تصاویر بن گئی ہیں اور وہ پانچوں وقت کی نمازوں کی باجماعت ادائیگی کے روح پرور مناظر کو ترس رہی ہیں۔ اسی تضاد کی وجہ سے ہم اپنے اصحاب کرامات بزرگانِ دین کے نقوشِ قدم پر چلنے کے فقط زبانی دعویدار بن کر رہ گئے ہیں۔

مذہبی نشر و اشاعت کی تڑپ:

اس بندۂ ناچیز کے دل و دماغ نے اپنے دورِ طالبعلمی ہی میں محسوس کیا تھا کہ مذہبی نشر و اشاعت کا فقدان صوفیہ نوربخشیہ مکتبِ فکر والوں کے دائرۂ وجود کے مزید گھٹ جانے کا باعث بن رہا ہے۔ میں اپنے فارغ اوقات میں بغرضِ مطالعہ مختلف لائبریریوں کا رُخ کیا کرتا تھا۔ لائبریریوں میں یہ دیکھ دیکھ کر کفِ افسوس ملنا پڑتا تھا کہ اس مملکتِ خداداد پاکستان میں موجود ہر ایک مکتبۂ فکر والوں کی طرف سے مختلف انداز میں اپنی اپنی مخصوص مذہبی نشر و اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ مگر صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر وہ واحد مکتبۂ فکر ہے جس کی طرف سے اپنی معنوی ترویج و ترقی کی خاطر کسی بھی شکل میں اپنی مخصوص نشر و اشاعت کا سلسلہ سرے سے ہی جاری نہیں کیا گیا۔ چنانچہ بندہ نے عہدِ حاضر کے لسانی رجحانات کے پیشِ نظر مجموعۂ شریعتِ محمدیہ الفقہ الاحوط کو اردو کے حسین جامے میں منظرِ عام پر لانے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ ارادہ آخر کار عملی شکل اختیار

کر گیا اور اردو دان طبقے کو ایک حد تک اپنے فقہی مسائل سے باخبر رہنے کا موقع آسانی سے فراہم ہو سکا۔ اس کے بعد بندہ نے صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر کے اصولِ عقائد کو سمجھنے میں آسانی فراہم کرنے کی خاطر "کتاب الاعتقادیہ" کا بھی اردو میں ترجمہ کیا۔ اس سے ہمارے اردو دان طبقے کو ہمارے اصولی مسائل کے سمجھنے میں ایک حد تک مدد ملی اور وہ غیر ضروری اور وضعی عقائد کے چکر میں پڑنے سے محفوظ ہو گئے۔ پھر بندہ نے صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر والوں کے اعمال اور وظائف وغیرہ کا مجموعہ موسومہ "دعواتِ صوفیہ" فارسی کو بھی اردو کا جامہ پہنا دیا۔ اس کے ساتھ ہی دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہماری ایک ضرورت کافی حد تک پوری ہو گئی اور اللہ پاک کے فضل و کرم سے صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر سے حقیقی لگاؤ رکھنے والے ہر ہر فردِ ملت کو کسی دوسرے کا دست نگر ہوئے بغیر بہت سے ضروری اعمال کی درست بجا آوری میں بڑی مدد ملی اور سہولت میسر ہو گئی۔ ان تمام نشر و اشاعت کا فریضہ ندوۂ اسلامیہ نوربخشیہ (رجسٹرڈ) نے انجام دیا۔ علاوہ ازیں پرائمری کلاسز کے لئے نوربخشی دینیات کی نشر و اشاعت کا سہرا بھی اسی تنظیم کے سر ہے۔

ایک بکھرا ہوا خواب: کسی سلسلہ وار اشاعتی کام کے آغاز کی آرزو دل میں لئے ایک مدت دراز بیت گئی۔ یہ آرزو دراصل ایک حسین خواب کی مانند تھی جو تا حال شرمندۂ تعبیر ہوئے بغیر پوری طرح بکھرا ہی رہا۔ اس گھڑی کا مدت سے انتظار رہا جس میں یہ حسین خواب حقیقی معنوں میں شرمندۂ تعبیر ہو کر سامنے آئے۔ یہ انتظار درحقیقت کسی عاشق کے ہاں اپنے قلبی محبوب کے انتظار سے کم نہ تھا۔ ایسا انتظار واقعی فردِ منتظر کیلئے ہر ہر لمحے کو بہار کا سماں عطا کرتا ہے۔

بقول کسے ؎

تیرے آنے کا انتظار رہا - ہر وقت موسمِ بہار رہا

گویا ہم بھی اس کام کے لئے انتظار کی گھڑیاں گنتے رہے اور ہر وقت موسمِ بہار کا سا لطف، اٹھاتے رہے - آخرکار زندگی کے گزرنے کے ساتھ ساتھ انتظار کی وہ گھڑیاں بھی بیت گئیں اور ہم نے لوائے صوفیہ کے نام سے ایک سلسلہ وار نشر و اشاعت کا آغاز کرنے میں ایک حد تک کامیابی حاصل کرلی - مذہبی موضوعات پر لکھے جانے والے متفرق مضامین پر مشتمل یہ تبلیغی پمفلٹ مناسب وقفے سے باقاعدگی کے ساتھ شائع ہوا کرے گا اور اگر عوام کا تعاون حاصل رہا تو ہم حکومت سے باقاعدہ منظوری حاصل کرنے کے بعد ایک ماہنامے کا اجراء بھی کرسکیں گے تاکہ عوام کو اپنے ہی مسائل سے روشناس کرا سکیں اور مذہبی نشر و اشاعت میں ہم کسی اور کے دست نگر ہو کر نہ رہ جائیں - اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے ہمیں اس نیک کام کے افتتاح کی توفیق بخشی ہے جملہ افرادِ قوم سے عموماً اور اہلِ علم حضرات سے خصوصاً ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس کارِ خیر میں ہر ہر ممکن طریقے سے زبانی، مالی، قلمی اور فکری صورتوں میں حصہ لے کر نئی پود کو صحیح معنوں میں خالص صوفیہ نوربخشیہ کے خطوط پر چلانے میں اہم کردار ادا کریں گے انجمن محمدیہ اسلام آباد کے معزز عہدیداران خصوصاً عبدالحکیم صاحب، فاچو امین صاحب، اخوند حسین صاحب اور محمد ابراہیم صاحب نائب صدر کے تعاون سے اشاعت کا کام ممکن ہو سکا ہے جس کے لئے وہ خصوصی شکریے کے مستحق ہیں - آخر میں ہم دُعا کرتے،

ہیں کہ اللہ پاک ہمیں اپنے مقاصد میں کامیاب رکھے۔

آمین!

(ادارہ)

مجموعہ شریعت محمدیہ

ابوالعرفان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بَعَثَ الْاَنْبِيَاءَ وَالْمُرْسَلِيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِلْاُمَمِ وَخَتَمَهُمْ بِنَبِيِّنَا وَرَسُوْلِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

اَمَّا بَعْدُ فَاعْلَمْ اَيُّهَا الْوَلَدُ الْقَابِلُ الْعَادِلُ الْعَالِمُ الْفَاضِلُ الْمُكَاشِفُ الْوَاصِلُ الْمُرْشِدُ الْكَامِلُ رَزَقَكَ اللّٰهُ كَمَالَ الْمَعْرِفَةِ فِيْ حَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ شَرِيْعَةً وَّطَرِيْقَةً وَّحَقِيْقَةً اَنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَرْفَعَ الْاِخْتِلَافَ مِنْ بَيْنِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلًا فِي الْفُرُوْعِ وَاُبَيِّنَ الشَّرِيْعَةَ الْمُحَمَّدِيَّةَ كَمَا كَانَتْ فِيْ زَمَانِهٖ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ وَّنُقْصَانٍ وَّثَانِيًا فِي الْاُصُوْلِ مِنْ بَيْنِ الْاُمَمِ وَكَافَّةِ اَهْلِ الْعَالَمِ فَشَرَعْتُ فِيْهِ بِالتَّسْهِيْلِ وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

ترجمہ :- ہر امر کا آغاز بڑے مہربان رحم والے اللہ کے نام سے ہے۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے نبیوں اور رسولوں کو امتوں کے واسطے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور ہمارے نبی اور ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر انبیا علیہم السلام کے سلسلہ بعثت کا خاتمہ کر دیا۔ حمد باری کے

بعد اے میرے قابلیت والے، عدالت والے، علم والے، فضیلت والے، کشف والے، اللہ تک پہنچنے والے، ہدایت کرنے والے باکمال بیٹے! اللہ تجھے شریعت، طریقت اور حقیقت تینوں میں جملہ اشیاء کی حقیقتوں کی پوری پوری پہچان عطا کرے، تو اس بات کو خوب جان لے کہ اللہ پاک نے مجھے (اِلہاماً) اس چیز کا مامور بنا دیا کہ میں پہلے پہل اس امت کے درمیان موجود فروعی اختلافات کو رفع کروں اور شریعتِ محمدیہ کو بلا کم کاست خود شارع علیہ السلام کے زمانے کی مُو بمُو بیان کروں اور دوسرے نمبر پر سب امتوں اور تمام جہان والوں کے مابین موجود اصولی اختلافات کو رفع کروں۔ چنانچہ میں نے آسان انداز کے ساتھ اس کام کا افتتاح کیا۔ اللہ میرے لئے کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔

وضاحت:۔

مذکورۂ بالا کچھ عربی عبارات قارئین "نوائے صوفیہ" کی نظروں سے گزر گئی ہیں۔ ان عبارات کا اردو ترجمہ بھی قارئین کی نظروں سے گزرا۔ مذکورہ عربی عبارات جناب سید العارفین حضرت شاہ سید محمد نوربخش موسوی قہستانی علیہ الرحمہ کی مرتب کردہ ممتاز فقہی کتاب "موسوعہ الفقہ الاحوط" کے افتتاحی کلمات ہیں۔ الفقہ الاحوط عالم اسلام میں صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے نوربخشی مسلمانوں کی معروف فقہی کتاب ہے۔ جملہ مسلمانان صوفیہ نوربخشیہ فروعی مسائل میں اسی کتاب پر عمل پیرا رہنے کے پابند ہیں۔ ہر نوربخشی مسلمان از تہہ دل یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ فروعی مسائل میں حضرت شاہ سید محمد نوربخش موسوی قہستانی علیہ الرحمہ کا پیروکار ہے اور وہ کتاب

الفقہ الاحوط پر عمل پیرا رہنے والا ہے۔ چنانچہ کتاب **الفقہ الاحوط** میں مندرج جملہ فروعی مسائل سے بخوبی آگاہ رہنا ہر ایک فردِ نوربخشی کیلئے ضروری امر ہے تاکہ وہ حقیقی معنوں میں صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والا ثابت ہو اور وہ مذہبی کھچڑی پکانے والے کا مصداق نہ بنے۔

بدقسمتی سے آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ گزشتہ صدی کے بعض معنوی پیچ و تاب وغیرہ کی بنا پر صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر کا دائرہ تنگ ہونے لگا۔ نوربخشیوں کے دائرے کے گھٹنے کی رفتار تیزی سے جاری رہی یہاں تک کہ بہت سے علاقوں میں اس کا معنوی وجود عدم سے ہمکنار ہو گیا اور لوگ نوربخشی روش والوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹانے کیلئے طرح طرح کے خفیہ حربے اختیار کرتے رہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ جن علاقوں میں صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر والے باقی تھے وہ بھی گنتی کے چند افراد کے سوا اکثر صرف نام کے نوربخشی رہ گئے۔ بلکہ اگر باعثِ ناراضی نہ ہو تو عرض کردوں کہ غیر نوربخشی تفریات کے معنوی تسلط کی بنا پر نوربخشی مسلمانوں کو بعض لوگ اس قرآنی اعلان یعنی "مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ" کا مصداق بھی ٹھہرانے لگے۔ کچھ لوگ نوربخشی مسلمانوں کو خالصہ سرکار کا لقب عطا کرنے لگے اور اس خالصہ سرکار کو اپنی کالونی بنانے میں ہر ممکن کوشش صرف کرنے لگے۔ یہ صورتِ حال اس وجہ سے پیش آتی رہی کہ نوربخشی عوام کو اپنے اصول و فروع سے ناآشنا رکھنے کی سعی کی جاتی رہی۔ نوربخشی عوام کو نوربخشی برتنوں میں غیر نوربخشی کھانے کھلائے جاتے رہے۔ بیرونی نقب زن عناصر، اندرونی ترمیم پسند اور مصلحت بین عناصر کو اپنا خفیہ آلۂ کار

بناتے رہے۔ صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر کے اصول و فروع کی صحیح تبلیغ کرنے والوں کو بیرونی آلۂ کار بننے والے اندرونی ترمیم پسندوں اور مصلحت بینوں سے معارضانہ واسطہ پڑتا رہا۔ اس سے عوام کی ذہنی پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا۔ کیونکہ ایک ہی مسلک کے اندر ضروری ضروری مسائل وغیرہ میں اس مسلک کے اہلِ تبلیغ کی آراء میں اتحاد کا فقدان ہو تو اس سے بڑھ کر پریشان کن چیز عوام کیلئے اور کیا ہو گی۔ سب سے زیادہ دکھ نوربخشی عوام کو اس قسم کی صورت حال سے پہنچا۔ چنانچہ آج کل صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے اگرچہ زبانی دعوے کے لحاظ سے متحد نظر آرہے ہیں لیکن وہ ذہنی انتشار اور فکری عدم توازن کی بنا پر مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں اور بعض بااثر افرادِ قوم اپنا اپنا ایک ایک حلقہ اثر رکھے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔ مضبوط اور موثر مرکز جو صوری اور معنوی دونوں صورتوں میں افرادِ قوم میں اتحادِ عمل اور اتحادِ آراء قائم رکھنے کیلئے ٹھوس اقدامات کر سکتا ہو، کے فقدان کی وجہ سے بادی النظر میں بعض حضرات موجودہ دور کے نوربخشی مسلمانوں کے وجودِ معنوی کو ٹمٹماتا ہوا چراغ خیال کرتے ہیں اور وہ اپنے زعم میں یہ توقع رکھتے ہیں کہ یہ چراغ وجود کسی وقت بھی گل ہو سکتا ہے۔ کیا کوئی انقلاب فکری اور جذبۂ ملی کا حامل کوئی فردِ نوربخشی ہے جو اس قسم کے زعم کا سختی سے نوٹس لینے کے لئے جہدِ مسلسل کے میدان میں نکلے اور ہمارے معنوی چراغ وجود کو مدام روشن رکھنے کے لئے اس قدر ایندھن فراہم کرنے کہ اس کے بجھنے کا تصور ہی اجنبی لگنے لگے اور وہ روشنی پھیلانے میں اس غایت کو پہنچے کہ

بقول کسے ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
ہر آں کس تف زند ریشش بسوزد

گویا اب ہم رب العالمین کے فضل وکرم سے احیائے صوفیہ کی خاطر کچھ کچھ حرکت میں آ گئے ہیں۔ ہماری غمگیں نگاہیں دورِ امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کو ترس رہی ہیں۔ ہماری اشکبار آنکھیں دورِ شاہ سید محمد نوربخش قہستانیؒ کو ترس رہی ہیں۔ کاش! قوم کی کایا پلٹ جائے، کاش! ہماری دیرینہ آرزو پوری ہو جائے، کاش! ہمیں عبوری دور میں اپنا کھویا ہوا مقام عالی پھر سے حاصل ہو جائے، کاش! ہمارے سلسلۂ مذہب کے اہلِ کرامات اولیائے مرشدین و بزرگانِ دین کے حقیقی صوفیانہ اسلامی معاشرے کی خوشبو ہم کو بھی لگ جائے اور ہماری عملی زندگی اس پُرفتن عصرِ رواں میں جملہ اہلِ دل کے لئے ایک نمونہ اور ایک مثالی عملی زندگی ثابت ہو سکے۔

یہ چند جملے موجودہ سائنسی دور میں کسی بھی فردِ صوفی نوربخشی کے دل میں اُٹھنے والے ملی جذبات کے عکوس ہیں، باطنی معانی کی ادائیگی کے الفاظِ ظاہری ہیں، دردِ دل کی ترجمانی کے اسباب ہیں، بیدار مغز اور نوجوان ذہن فرزندانِ قوم میں اپنی معنوی ہیت کذائی کو پانے کیلئے حقیقی جذبۂ ملی کو ابھارنے کے مفید ذرائع اور ترغیبی امور ہیں اور ہر صوفی کے دلِ ناشاد کو بہلانے کے لئے اثر انگیز خیالات اور سوز ہائے دروں کی منظر کشی ہیں۔

چند امور:-

مجموعۂ شریعتِ محمدیہ الفقہ الاحوط کے افتتاحی کلمات سے چند امور سامنے آجاتے ہیں:

۱- انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد انذار اور تبشیر کا فریضہ انجام دینا ہے- قرآن پاک میں "فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیِّیْنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ" اور دیگر بہت سی آیات مبارکہ سے اس عظیم مقصد کا ہر ایک کو پتہ چل سکتا ہے-

انذار کا تعلق احکام الٰہی کی نافرمانی کرنے والوں کے ساتھ ہے- مطلب یہ ہے کہ جو جو فردِ بشر یا جو جو قوم احکام الٰہی کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرتی ہے، ایسے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانا ہوتا ہے- جو جو فردِ بشر یا جو جو قوم احکام خداوندی پر عمل پیرا رہتی ہے، ایسے لوگوں کو انجام کے لحاظ سے جنت کی بشارت دی جاتی ہے- چنانچہ فرمانِ الٰہی "فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝" القرآن سورۂ مریم- یعنی ہم نے اس کلام پاک کو تیری زبان پہ آسان بنا دیا تاکہ تُو اس کے ذریعے پرہیز گاروں کو خوشخبری سنا دے اور جھگڑالو قوم کو ڈرا دے"، سے یہ بات خوب عیاں ہے-

۲- ہمارے پیارے نبی اور رسول حضرت محمدؐ کی بعثت پر انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ بعثت کا ختم ہونا-

گویا ختم نبوت کا عقیدہ عالمگیر اسلامی عقیدہ ہے- قرآنی اعلان "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" سے اس امر کا ثبوت فراہم ہوتا ہے- فرمانِ نبویؐ

"اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" سے اس کی اور وضاحت ہوتی ہے۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

۳۔ اپنے فرزند حضرت شاہ قاسم فیض بخش کو مخاطب کرنا اور اُن کے بلند مقام کا اعتراف کرتے ہوئے اُن کی یوں تعریف کرنا "فَاعْلَمْ اَیُّهَا الْوَلَدُ الْقَابِلُ الْعَادِلُ الْعَالِمُ الْفَاضِلُ الْمُکَاشِفُ الْوَاصِلُ الْمُرْشِدُ الْکَامِلُ"

گویا بالذات اور اولاً یہ خطاب شاہ سید علیہ الرحمہ کا اپنے فرزندِ ارجمند سے ہے۔ لیکن اُن کے پیروکاران میں سے کوئی فردِ صوفی نوربخشی علم و عرفان میں اس بلند مقام تک رسائی پا جائے تو وہ بھی تبعاً مخاطب متصوّر ہوگا کیونکہ مقامِ ارشاد میں خود کامل ہو اور اپنے حلقۂ ارادت والوں کے لئے مکمل ہو تو ایسا فرد ضرور ان القاب کا حق دار اور مصداق ٹھہرے گا۔

۴۔ شاہ سید علیہ الرحمہ کا اپنے فرزندِ جلیل القدر کے لئے خصوصی دعا کرنا بایں طور کہ "رَزَقَكَ اللّٰهُ كَمَالَ الْمَعْرِفَةِ فِیْ حَقَائِقِ الْاَشْیَاءِ شَرِیْعَةً وَّطَرِیْقَةً وَّحَقِیْقَةً" ۔ مطلب یہ ہے کہ شریعت طریقت اور حقیقت تینوں کے لحاظ سے جملہ اشیاء کی حقیقتوں اور ماہیتوں کی پوری پوری پہچان کے لئے جو خصوصی دعا شاہ سید علیہ الرحمہ نے اپنے نورِ عین کے حق میں کی ہے وہی دعا بلند مقام کو چھونے والے ہر فردِ صوفی نوربخشی کی کامرانی کے لئے بھی تبعاً شاملِ حال رہے گی۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں کہ حقیقی فلاح و کامرانی کے لئے حقائقِ اشیاء کی پوری پوری پہچان از روئے شریعت، طریقت اور حقیقت اہلِ حقیقت

عرفان کے ہاں ایک لازمی اور ضروری معنوی معیار ہے۔ اس معیار پر جب کوئی صوفی اترتا ہے تو وہ صحیح اور حقیقی معنوں میں اہلِ تصوف کا فردِ کامل قرار پاتا ہے، مقاماتِ ولایت کا وہ احاطہ کر لیتا ہے، عالمِ ناسوت سے وہ نکل جاتا ہے، عالمِ لاہوت کی پرواز اس کی معنوی ورزش ہوتی ہے اور مقامِ فنا کو رسائی پاکر وہ مقام بقا باللہ کا موصوف ٹھہرتا ہے

چنانچہ مختصر طور پر یہ جاننا ضروری ہے کہ!

شریعت، پیغمبر رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال زریں کا نام ہے۔

طریقت، پیغمبر رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملی زندگی کا نام ہے، اور ہمارے حق میں پیغمبر رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بے مثال عملی زندگی کی صحیح پیروی کا نام طریقت ہے۔

حقیقت، پیغمبر رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان معنوی احوال کا نام ہے جو رب العالمین کی طرف سے ان پر طاری ہوا کرتے تھے۔ خود فرمانِ نبوی ہے۔

اَلشَّرِیْعَۃُ اَقْوَالِیْ وَالطَّرِیْقَۃُ اَفْعَالِیْ وَالْحَقِیْقَۃُ اَحْوَالِیْ

یعنی شریعت میرے اقوال کا نام ہے۔ طریقت میرے افعال کا نام ہے۔ اور حقیقت میرے احوال کا نام ہے۔

پس واضح طور پر معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوالِ زریں کی روشنی میں ان کی عملی زندگی کے مطابق عملی زندگی بسر کرتے ہوئے روحانی اور معنوی درجاتِ کمال کو رسائی پا جانے سے آدمی انسان کامل اور مجاہد حقیقی ٹھہرتا ہے۔

۵ - رفعِ اختلاف کے لئے شاہ سید علیہ الرحمہ کا "الہاماً" مامور

من اللہ ہونا۔

بادی النظر میں یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ شاہ سید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الفقہ الاحوط کے افتتاحی کلمات میں "اَنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَرْفَعَ الْاِخْتِلَافَ الخ" فرما کر ایسا اندازِ بیان اپنایا ہے جو سزاوارِ نبوت ہے۔

یہ گمان درحقیقت حقیقی غور و فکر کے بغیر اختلاف برائے اختلاف کے تحت کسی امر پر نہایت سطحی اور غیر تعمیری تبصرے کی عکاسی کرتا ہے۔ ظاہر بین حضرات کسی بات کی تہہ تک پہنچنے کی سعی کرنے کے بجائے فقط ظاہری عبارت کو لے کر نازیبا لب کشائی کیا کرتے ہیں۔ ہر صاحبِ علم خوب جانتا ہے کہ یہ آخری امت بہترین امت قرار پا گئی ہے۔ قرآن اس بات کا شاہد ہے۔ فرمانِ الٰہی "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ" سے صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ اس امت مرحومہ کے اہلِ علم و عرفان اللہ پاک کی طرف سے اس بات پر مامور ہیں کہ وہ لوگوں کو صحیح رہبری کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔ اسی میں خیر ہی خیر ہے۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔ لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ ۵ القرآن ج ۵

یعنی لوگوں کی زیادہ بات چیت میں کوئی بھلائی نہیں مگر اس شخص کی بات چیت میں بھلائی ہے جو کہ صدقہ دینے کا یا کسی نیک کام کا یا لوگوں کے آپس میں کسی اصلاحی کارروائی کا حکم کرے۔

اس آیت مبارکہ سے یہ مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ کسی بھی نیک کام کا حکم دینا اور تبلیغ کرنا خود رب العالمین کا حکم ہے۔ اگر علمائے ربانیین

میں سے کوئی عالم ربانی کسی نیک کام کی انجام دہی کے بارے میں کہہ دے کہ اللہ نے مجھے اس کام کا حکم دیا تو یہ درست بات ہوگی کیونکہ علمائے ربانیین انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوا کرتے ہیں۔ فرمان نبوی ﷺ ہے۔

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ ۔ یعنی علماء لوگ پیغمبروں کے وارث ہیں۔

واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت پانے والے علمائے کرام علمائے ربانیین ہی ہوتے ہیں۔ فرمان نبوی ﷺ یوں بھی وارد ہے۔

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ۔ یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں، مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کے فرائض منصبی کو ختم نبوت کے بعد اس آخری امت مرحومہ کے علمائے کرام انجام دیتے ہیں۔ جناب سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ کا مقام بہت بلند تھا۔ وہ درجاتِ کمال کی تمام بلندیوں کو چھو گئے تھے چنانچہ ان کے پیر و مرشد جناب خواجہ اسحاق ختلانی علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی ہی میں باوجود مرید ہونے کے شاہ سید علیہ الرحمہ کو اپنا پیر و مرشد بھی تسلیم کر لیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ ظاہری لحاظ سے ہمارے مرید ہیں مگر حقیقت میں ہمارے پیر و مرشد ہیں۔ یہ فرما کر جناب خواجہ اسحاق علیہ الرحمہ نے اپنے حلقۂ ارادت والوں کی روحانی تعلیم و تربیت اور دعوت و ارشاد کے جملہ امور شاہ سید علیہ الرحمہ کو سونپ دیئے۔ لہٰذا ایسے عظیم اور کامل ولی اور عالم ربانی کا یہ کہنا کہ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ الخ یقیناً امر بصورت الہام بالکل درست اور مبنی بر حق ہے اور حقیقی غور و خوض سے کام لینے والوں کے لئے کسی لحاظ سے بھی باعثِ اعتراض نہیں ہے۔

٦۔ رفعِ اختلاف کی حقیقت۔

شاہ سید علیہ الرحمہ نے اس امت کے مابین موجود جن اختلافات کو دور کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے، اُن اختلافات سے مراد وہ امور ہیں جن کو بدعاتِ شرعیہ کہتے ہیں۔ یہ بدعات شرعیہ لوگوں کے اذہان کی پیداوار اور محدثات ہیں، جو شریعتِ محمدیہ کما کانت فی زمانہٖ پر اضافہ یا اُس میں کمی کی صورت میں عملی زندگی کا حصہ بنائے گئے ہوں۔ چنانچہ شاہ سید علیہ الرحمہ نے ایک حقیقی مجاہد کا کردار ادا کرتے ہوئے "تَشَتُّتُ الْاُمُوْر" کے مصداق جملہ محدثات و بدعات کو شریعتِ محمدیہ کما کانت فی زمانہٖ کا حصہ بننے کا موقع نہیں دیا۔ یہی رفعِ اختلاف کی حقیقت ہے یہی اس کی اصل مراد ہے۔ اس بات کو خود شاہ سید علیہ الرحمہ کے اس فرمان سے تقویت ملتی ہے جو مجموعۂ شریعتِ محمدیہ الفقہ الاحوط میں موجود ہے۔ اَنَا مَامُوْرٌ بِرَفْعِ الْبِدَعِ عَنِ الشَّرِيْعَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ وَاِحْيَاءِ مَافِيْ زَمَانِهٖ ۝ یعنی میں شریعتِ محمدیہ سے بدعتوں کو دور کرنے اور شارع علیہ السلام کے زمانے کی موجود احکامِ شرعیہ کے زندہ کرنے پر مامور ہوں۔

اس سے واضح طور پر اہلِ دانش خوب سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت شاہ سید محمد نوربخش موسوی قہستانی علیہ الرحمہ نے اتحادِ عالمِ اسلامی کی خاطر ایک عظیم مشن کی بنیاد رکھی ہے۔

۷۔ اَوَّلاً فِی الْفُرُوْعِ اور ثَانِیاً فِی الْاُصُوْلِ کی وجہ۔

شاہ سید علیہ الرحمہ نے اس امت کے مابین موجود فروعی اختلافات کے دور کرنے کو اولیت دی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عالمِ آب و گل میں دائرۂ اسلام کے اندر رہنے والوں کے لئے عملی زندگی اور اسلامی طرزِ معاشرہ کا تعلق فروعی مسائل کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ انسان کو روزمرہ فروعی احکام

ہی پر عمل پیرا رہنا ہوتا ہے۔ جتنی فرقہ بندیاں اور گروہ بندیاں ہوئی ہیں، وہ سب کے سب فروعی اختلافات کے نتیجے میں ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں فروعی اختلافات اصولی اختلافات کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے فروعی اختلافات کے دُور کرنے کو اولیت دینا زیادہ مناسب تھا۔ اَوْلٰی فِی الْفُرُوْعِ کا مصداق مجموعہ شریعتِ محمدیہ الفقہ الاحوط ہے۔ اصولی مسائل کا تعلق انسان کی عملی زندگی کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اصولی مسائل ذہنی اور اعتقادی امور ہوا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اصولی مسائل نہایت باریک ہوتے ہیں۔ اس فن میں عموماً اہل علم کی طبع آزمائی ہوتی رہتی ہے۔ اصولی مسائل کا تعلق تشریح و توضیح کے مقام میں انسانی کلام اور تکلم کے ساتھ ہوتا ہے، اس وجہ سے ان مسائل کو علم کلام کا نام دیا جاتا ہے، لہٰذا شاہ سید علیہ الرحمہ نے فرقوں اور گروہوں میں موجود اصولی مسائل کے اختلافات کے دُور کرنے کو ثانوی حیثیت دی اور آپ نے ضروری ضروری اصولی مسائل اور اعتقادی امور کو جامع انداز میں نہایت اختصار کے ساتھ بیان فرمایا تاکہ سب لوگ عموماً اور اہلِ صوفیہ نوربخشیہ خصوصاً غیر ضروری اور وضعی عقائد کے چکر میں پڑنے سے محفوظ رہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ زیادہ تر تصدیق قلبی کے ساتھ تعلق رکھنے والے اعتقادی امور کے بارے میں لوگ طرح طرح کی غیر ضروری ذہنی پیداوار قسم کی بہت سی باتوں کو عقیدہ کا نام دے کر بے جا ایک ذہنی الجھن اور فکری گھٹن سے دوچار رہتے ہیں۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے اہلِ کرامات بزرگانِ دین کے بیان کردہ عقائد اور اعتقادی امور کے سوا تمام اُن بے سود معتقدات سے کنارہ کش رہیں جو نجات

کے لئے بروزِ حشر مسئول عنہا نہیں ہیں ۔ پس ثانیاً فِی الْاُصُوْل کا مصداق کتاب الاعتقاد سیا ہے ۔ اس میں مندرج اعتقادی امور کسی بھی مومن مسلمان کے لئے کافی ہے ۔ چنانچہ کتاب مذکور کے آخر میں خود شاہ سید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔ وَمَنِ اعْتَقَدَ هٰذَا الْقَدْرَ صَارَ اِيْمَانُهٗ مُطَابِقٌ لِّلْوَاقِعِ صَحِيْحًا عِنْدَ اللّٰهِ ۔ یعنی جو کوئی اسی قدر اعتقاد رکھے تو اس کا ایمان اللہ کے نزدیک صحیح اور واقع کے مطابق ہوگا ۔

۸ - کتاب الفقہ الاحوط کے مجموعۂ شریعتِ محمدیہ "کَمَا كَانَتْ فِیْ زَمَانِهٖ" ہونے کا بے مثال ثبوت ۔

شاہ سید علیہ الرحمہ نے الفقہ الاحوط کے افتتاحیہ کلمات میں یہ جو فرمایا ہے کہ " وَاُبَيِّنُ الشَّرِيْعَةَ الْمُحَمَّدِيَّةَ كَمَا كَانَتْ فِیْ زَمَانِهٖ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ وَّنُقْصَانٍ " یہ درست اور نفس الامر کے عین مطابق فرمان ہے ۔ اس بات پر سطحی ذہن رکھنے والوں کی طرف سے بظاہر یہ اشکال پیدا کیا جا سکتا ہے کہ یہ کیسے ممکن امر ہے کہ نویں صدی ہجری والا کوئی فردِ بشر یہ اعلان کر بیٹھے کہ میں شریعتِ محمدیہ کو بلا کم و کاست عہدِ نبوی والی ہیئت کذائی کی ہو بہو بیان کرتا ہوں ۔ شاہ سید علیہ الرحمہ نویں صدی ہجری میں گزرے ہیں لہٰذا اُن کا اس قسم کا ادّعا قدرے ناممکن اور ایک حد تک مضحکہ خیز ہو سکتا ہے ۔ اس سطحی اشکال کا بھی اہلِ حقیقت و عرفان اور اہلِ فکر و نظر کے ہاں کوئی قابلِ ذکر وزن نہیں ہے ۔ شاہ سید علیہ الرحمہ کی مراد یہ نہیں کہ انھوں نے براہِ راست اور بلا کسی واسطے کے شریعتِ محمدیہ کو عہدِ نبوی والی اصل صورت میں پیش کیا ہے بلکہ اُن کی مراد یہ ہے کہ انھوں نے شریعتِ محمدیہ کو بلا کم و کاست عہدِ نبوی کی

مُو بمُو پیش کرنے کی سعادت سلسلۂ ذہب کے اولیائے مُرشدین اور ائمہ کرام علیہم السلام کے واضح ترین تواتر سندی بالاتصال یداً بیدٍ کی صورت میں حاصل کی ہے۔ چنانچہ جملہ اہلِ علم سے عموماً اور اہلِ تصوّف کے اصحاب صوفیہ نوربخشیہ سے خصوصاً یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کتاب الفقہ الاحوط میں میں مندرج فروعی مسائل اُن احکام شرعیہ اور شریعتِ محمدیہ کا مجموعہ ہیں، جو مدینۃ العلم نبیِ رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دائمی صحبت اور خصوصی تربیت وغیرہ کے نتیجے میں اُن سے براہِ راست بابِ مدینۃ العلم آدم الاولیاء امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے سینۂ انور میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُن ع سے براہ راست حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسین شہید کربلا علیہ السلام کے منوّر سینوں میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے براہ راست حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کے سینۂ انور میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُن ع سے براہِ راست حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سینۂ انور میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُن ع سے براہِ راست حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سینۂ انور میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُن ع سے براہِ راست حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سینۂ انور میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُن سے براہِ راست حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے سینۂ انور میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُن ؒ سے براہِ راست ان ؒ کے دربان اور خلیفۂ مجاز حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُنؒ سے براہِ راست حضرت شیخ سری سقطی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُنؒ سے براہِ راست امام تصوف، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُنؒ سے براہِ راست حضرت ابوذر رودباری علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُنؒ سے براہِ راست حضرت شیخ ابوعلی کاتب علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُنؒ سے براہِ راست حضرت شیخ ابوعثمان مغربی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُنؒ سے براہِ راست حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُنؒ سے براہِ راست حضرت شیخ ابوبکر نساج علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُنؒ سے براہِ راست حضرت شیخ احمد غزالی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُنؒ سے براہِ راست حضرت شیخ ابونجیب سہروردی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔

پھر یہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ اُنؒ سے براہِ راست حضرت شیخ

عمار یاسر بدلیسی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔
پھر یہ مجموعۂ شریعت محمدیہ اُن ؒ سے براہِ راست حضرت شیخ نجم الدین
کبریٰ علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔
پھر یہ مجموعۂ شریعت محمدیہ اُن ؒ سے براہِ راست حضرت شیخ علی لالا
غزنوی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔
پھر یہ مجموعۂ شریعت محمدیہ اُن ؒ سے براہِ راست حضرت شیخ احمد ذاکر
جُرجانی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔
پھر یہ مجموعۂ شریعت محمدیہ اُن ؒ سے براہِ راست حضرت شیخ عبدالرحمٰن
اسفرائنیؒ علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔
پھر یہ مجموعۂ شریعت محمدیہ اُن ؒ سے براہِ راست حضرت شیخ علاؤ الدولہ
سمنانی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔
پھر یہ مجموعۂ شریعت محمدیہ اُن ؒ سے براہِ راست حضرت شیخ محمود
مزدقانی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔
پھر یہ مجموعۂ شریعت محمدیہ اُن ؒ سے براہِ راست حضرت امیر کبیر
سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔
پھر یہ مجموعۂ شریعت محمدیہ اُن ؒ سے براہِ راست حضرت خواجہ
اسحاق ختلانی علیہ الرحمہ کے سینۂ علم میں پہنچا۔
پھر یہ مجموعۂ شریعت محمدیہ اُن ؒ سے براہِ راست جناب سید العارفین
غوث المتاخرین حضرت شاہ سید محمد نوربخش قہستانی علیہ الرحمہ کے
سینۂ علم میں پہنچا۔

عظیم کارنامہ :- عہدِ نبویؐ میں رائج شریعتِ محمدیہ ہو بہو

مذکورہ سلسلۂ مذہب کے جملہ بزرگانِ دین، اہلِ کرامات اولیائے کرام اور ائمہ عظام علیہم السلام کے منور سینوں میں یکے بعد دیگرے سینہ بسینہ منتقل ہوتی ہوئی جب وہ جناب سید العارفین حضرت شاہ سید محمد نور بخش موسوی قہستانی علیہ الرحمہ کے خزانۂ علم سینۂ منور میں پہنچی تو انہوں نے ایک اشارۂ غیبی اور الہامِ ربانی کے تحت اپنے سینۂ علم سے اُسے صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ چنانچہ اس اشارۂ غیبی اور الہامِ ربانی کا اظہار انہوں نے الفقہ الاحوط کے افتتاحی کلمات میں "اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ" الخ کے الفاظ سے کیا ہے۔ یہیں سے مجموعۂ شریعتِ محمدیہ سینہ بہ سینہ منتقل ہونے کے ساتھ ساتھ صفحۂ کاغذ کی بھی زینت بن گیا۔ جب یہ مجموعہ شریعتِ محمدیہ کاغذ پر منتقل ہوا تو شاہ سید علیہ الرحمہ نے اس مجموعے کو "الفقہ الاحوط" کا نام دیا۔ چونکہ مستقبل کے ممکنہ معنوی نشیب و فراز کے مدنظر شریعتِ محمدیہ کے مجموعہ کو کتاب الفقہ الاحوط کی صورت میں منظرِ عام پر لانے کا عظیم کارنامہ شاہ سید محمد نور بخش علیہ الرحمہ نے انجام دیا، لہٰذا فروعی احکام میں اس عظیم فقہی کتاب پر عمل پیرا ہونے والے اہلِ صوفیہ کی روش روشِ نوربخشی مشہور ہوگئی اور اہلِ صوفیہ کا ہر فرد مسلک اور روش کے اعتبار سے نوربخشی کہلایا جانے لگا۔ نوربخشی عوام جناب شاہ سید علیہ الرحمہ کو ظاہری لحاظ سے مجتہد بھی کہتے ہیں، مگر درحقیقت وہ اجتہادِ ظاہری کے مقام سے بڑھ کر ایک عظیم اور بلند ترین معنوی مقام پر فائز تھے۔ مشائخ صوفیہ کے زمرے میں مرشدِ کامل ہونے کے ساتھ ساتھ اُنؒ کے نام کا سکہ بھی جاری رہا ہے۔

الغرض مجموعۂ شریعتِ محمدیہ کتاب الفقہ الاحوط کی بے مثال صحیح

سندِ متصل سے ہم نے قارئین کو مستفید اور آگاہ کر دیا ہے۔ بعض حضرات نوربخشی عوام کو ذہنی طور پر بے چین اور پریشان کرنے کے لئے ان سے اپنے مخصوص عزائم کے تحت پوچھتے رہتے ہیں کہ کتاب الفقہ الاحوط تو شاہ سید علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے، اس سے قبل کس فقہی کتاب پر عمل تھا! وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی باتوں کا مقصد نوربخشی عوام کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کر کے ان کے معنوی وجود سے ہولی کھیلنے کی کسی زیرِ زمین سازش کو کامیاب بنانا ہے۔ مگر ہمارا تو اس آیۂ مبارکہ پر پورا الیقین ہے اور ہم بالکل مطمئن ہیں۔

"یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ"

مجموعۂ شریعتِ محمدیہ کتاب الفقہ الاحوط کی واضح اور بے مثال صحیح سندِ متصل کے بیان سے بعض حضرات کی طرف سے بلا تحقیق ومطالعہ کتاب الفقہ الاحوط کے بارے میں کی جانے والی غیر مہذب اور نہایت سطحی لب کشائیوں کی قلعی بھی کھل جاتی ہے۔

اہلِ صوفیہ نوربخشیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سلسلۂ ذہب کے بزرگانِ دین کے نقوشِ قدم پر چلتے رہیں۔ کتاب الفقہ الاحوط پر مکمل طور پر عمل پیرا رہیں۔ کتاب الاعتقادیہ کے مطابق صحیح عقائد اپنائیں اور عملی زندگی بسر کر کے ہر ایک صوفی نوربخشی صحیح معنوں میں صوفیانہ اسلامی معاشرے کا فردِ کامل بننے کی کوشش کرے تاکہ ہر ہر نوربخشی سعادتِ دارین کا حقدار قرار پائے۔ یہی دل کی تمنا ہے÷

(جاری ہے)

حقیقتِ تصوّف پر ایک نظر

ابوالعرفان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ وَفَّقَ اَحِبَّآءَہٗ لِمَا یُحِبُّ وَیَرۡضٰی مِنۡ تَزۡکِیَۃِ النُّفُوۡسِ وَتَصۡفِیَۃِ الۡقُلُوۡبِ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ رُسُلِہٖ شَفِیۡعِ اَھۡلِ الذُّنُوۡبِ وَاٰلِہٖ وَاَھۡلِ بَلِیَّتِہٖ الرَّاضِیۡنَ بِالۡقَضَآءِ لِاِنۡتِیَابِ الۡکُرُوۡبِ ۝

اما بعد!

رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا خیال اور اس سلسلے میں حقیقی فکرِ آخرت دائرۂ اسلام میں رہنے والوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ انسان اس کائنات میں جہاں مادی ترقی کی بلند ترین چوٹیوں کو چھونے میں کامیاب ہو سکتا ہے، وہاں وہ معنوی ترقی کی بھی بلند ترین چوٹیوں کو چھو کر حقیقی کامرانی سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔ معنوی ترقی کی راہوں میں معنوی انداز میں کھو جانے کے آرزومند لوگ مختلف ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ کوئی انہیں اہل سلوک کہتا ہے، کوئی انہیں اہل حقیقت و عرفان کا نام دیتا ہے، کوئی انہیں اہل معرفت کہتا ہے اور کوئی اہل طریقت کے نام سے انہیں پکارتا ہے۔ وہ اہل تصوّف اور صوفیائے کرام کے ناموں سے بھی

مشہور ہیں۔ ہمارے سلسلۂ ذہب کے مشائخِ صوفیہ اسی معنوی میدان کے بامہارت شہسواروں میں سرِ فہرست ہیں۔ یہ اصطلاحیں اگرچہ بعد میں وجود پذیر ہوئی ہیں لیکن اُن کا اصل منبع تو نبی رحمت لقب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملی زندگی ہے۔ اُن کی لاجواب عملی زندگی کو اپنا کر معنوی میدان کے شہسواروں اور باعثِ افتخار فقرِ حقیقی کے حامل اولین اہلِ تصوّف اصحابِ صُفّہ تھے۔ حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی براہِ راست صحبت کی وجہ سے وہ لوگ حقیقی معنوں میں اقوالاً اہلِ شریعت، افعالاً اہلِ طریقت اور احوالاً اہلِ حقیقت تھے۔ گویا جو طریقہ اصحابِ صفّہ کا تھا، وہی طریقہ اصحابِ صوفیہ نے اختیار کیا ہے۔ قرآن پاک میں حقیقی کامرانی کی خاطر کی جانے والی معنوی سعیٔ پیہم کو اللہ پاک نے مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے۔ کسی جگہ یُوں فرمایا۔ وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۝ یعنی تم رضائے الٰہی کے حصول کی راہ میں یُوں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے۔

اس فرمانِ الٰہی کی رُو سے اس کی راہ میں جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہنے کا درس ملتا ہے۔ اگر کبھی جہادِ اصغر کا موقع کا موقع آئے تو اس کا حق بھی پوری طرح ادا کرنا ہوگا۔ جہادِ اکبر کا مرحلہ تو ہر وقت مردِ مؤمن کو طے کرتے رہنا پڑتا ہے۔ لہٰذا جہادِ اکبر کا حق بھی پوری طرح ادا کرنا ہوگا۔ اہلِ تصوّف اور اہلِ صوفیہ کا بھی یہی مشن ہے۔

کسی جگہ یوں ارشادِ ربانی ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ٥

یعنی مومنو! تم اللہ سے ایسا ڈرا کرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم کو یقیناً حکمِ الٰہی پر سرِ تسلیم خم کرنے والوں ہی کی طرح سے مرنا ہوگا۔

اس فرمانِ الٰہی کا واضح تقاضا یہی ہے کہ انسان صرف ایک اللہ سے ڈرے۔ غیر اللہ کا خوف دل سے نکال دے۔ حقیقی معنوں میں پرہیزگار بن جائے۔ اس کے لئے اُسے قربِ الٰہی کے حصول کے مدّ نظر اپنی مخصوص ذاتی چاہت اور نفسِ امارہ کی تباہ کن پیروی کرنے سے کنارہ کش رہنا ہوگا۔ فرمانِ نبویؐ: "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" اسی مقصد کے لئے وارد ہوا ہے۔

کسی جگہ یوں ارشادِ ربانی ہوا:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ٥

یعنی مومنو! تم اللہ سے ڈرا کرو اور ہر ایک نفس کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اُس نے کل یعنی آخرت کے لئے کیا پیش کیا۔

اس ارشادِ ربانی کا بھی یہی تقاضا ہے کہ انسان ہر وقت اپنے نفس کا خود محاسبہ کرتا رہے۔ خود احتسابی کا جذبہ بیدار ہوجائے تو وہ اس آیۂ مبارکہ کے مطابق توشۂ آخرت کی مکمل تیاری کرنے والا انسان گنا جائے گا۔ توشۂ آخرت کی مکمل تیاری کا مقصد بھی معرکۂ نفس کے غازی بننے سے حاصل ہوتا ہے

یہی اہلِ صوفیہ کا مشن بھی ہے۔

کسی جگہ یُوں ارشادِ ربّانی ہُوا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ……… اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۰ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۰

یعنی وہ مؤمن لوگ کامیاب ہوں گے، جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں، جو لغو گوئی سے رُوگردان ہیں، جو زکوٰۃ کی ادائیگی پر عمل پیرا ہیں، جو اپنی بیویوں اور زر خرید کنیزوں کے سوا دیگر حرام صورتوں سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہیں، بیویوں اور زر خرید لونڈیوں سے رابطۂ جلنسی رکھنے والے ملامت زدہ نہیں ہیں۔ حلال صورتوں کے علاوہ وہ کوئی ایسا کام چاہے گا تو ایسے لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ (نیز) (وہ لوگ کامران ہیں) جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس رکھتے ہیں۔ جو اپنی نمازوں کی پوری پوری پابندی کرنے والے ہیں۔ یہ وہ وارث لوگ ہیں جو جنت الفردوس کا ارث پائیں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے لوگ ہوں گے۔

گویا ان آیات مبارکہ میں بھی اللہ پاک نے اخروی لحاظ سے جنت الفردوس کے مکین بننے والوں کے حقیقی مؤمنانہ اسلامی معاشرے کا دلکش عکس دکھایا ہے۔ حقیقی اسلامی تصوّف کا بھی خلاصہ یہی ہے۔ اہلِ تصوف کا صوفیانہ اسلامی معاشرہ بھی یہی ہے۔

کسی جگہ رب العالمین کا یُوں فرمان ربانی ہوا :

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی ہ

یعنی جو کوئی اپنے رب کے مقام سے ڈرے اور نفس کو اس کی خواہش سے باز رکھے تو جنت ہی میں کا ٹھکانہ ہے ۔

اس فرمانِ الٰہی سے بھی صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ اخروی کامیابی کے لئے دو چیزوں کا حصول بنیادی حیثیت کا حامل ہے ۔

۱) مقام رب العالمین کا خوف ۔

۲) نفسِ امارہ کو اس کی خواہش کی تکمیل سے باز رکھنا ۔

واضح بات ہے کہ اگر آدمی فرمانِ الٰہی پر مکمل طور پر عمل پیرا رہے اور عالمِ ریاضت و مجاہدہ میں حقیقی مجاہد بن کر نفسِ امارہ کیساتھ برسرپیکار رہنے میں پوری طرح کامیاب ہو جائے تو بلا کسی شک و شبہ کے وہ غازی کہلائے گا ۔ گویا ایک بڑے ایذا رساں دشمن درندے کو ٹھکانے لگانے والا زور آور صیاد ہو گا ۔ بقول شخصے ؎

نہنگ و اژدھا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا

الغرض اس آیۂ مبارکہ کے تقاضوں پر پورا پورا اُترنے والا صحیح معنوں میں صوفیانہ اسلامی معاشرے کا فردِ کامل ٹھہرے گا اور اس کا سفینہ یقینی طور پر کسی قسم کے خوفِ تلاطم کے بغیر ساحلِ مراد پر بانیلِ مرام لنگر انداز ہو گا ۔ یہی تصوّف کا روح پرور سماں ہے ۔

ایک جگہ رب العالمین نے اپنے کلامِ پاک میں اس مطلب کو یوں بیان فرمایا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○

یعنی وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ بنا دیا۔ گویا تزکیۂ نفس کا اس آیۂ مبارکہ میں صراحتہً بیان کیا گیا ہے۔ اگر نفس میں حقیقی نکھار آجائے اور دل آئینہ کا سا منظر پیش کرے تو تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے کاموں میں آدمی کامیاب اور باوقار فردِ صوفی کہلانے کا سزاوار ٹھہرتا ہے۔

مطلب مختصراً یہ ہے کہ جو لوگ تصوف اور عرفانی نظریے کو قابلِ پذیرائی نہیں سمجھتے انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ قرآنی اصطلاح نہیں ہے اور قرآن میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ حالانکہ اس عظیم مقصد کو قرآن پاک میں مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ہم اس کی چند قرآنی مثالیں پیش کر دی ہیں۔

دراصل نفس کے معنوی ارتقاء کے نتیجے میں بلند درجاتِ معنویہ پر فائز ہونے اور اپنی ذات ممکن الوجود کو ذاتِ واجب الوجود کی راہِ تسلیم و رضا میں فنا کرتے، پھر اسی مقامِ فنا میں باقی رہنے کا ایمان افروز معنوی منظر ہی اسلامی تصوف کی غایت ہے۔

ذرا اس میدان میں عقل کے گھوڑے کو تھوڑی دیر جولاں پذیر رہنے کا موقع دیا جائے تو اسلامی تصوف کا تصور دوسرے الفاظ میں یوں کیا جا سکتا ہے کہ اہلِ تصوف کے ہر ہر فردِ صوفی

کے دل میں فقط مولا کی طلب کا جذبہ ہر وقت موجزن رہتا ہے۔ نہ وہ کسی وقت دُنیا کا طلب گار ہو گا اور نہ ہی اُس کے دلِ مصفّٰی میں اخروی آسائش کی آرزو ہو گی۔ بقولِ شاعر ؎

دُنیا کی طلب مجھ کو نہ عقبیٰ کی طلب ہے
ہوں طالبِ مولا مجھے مولا کی طلب ہے

ربِ ذوالجلال والاکرام کے اپنے کلماتِ قدسیہ سے اس مطلب کی تائید ہوتی ہے اور مملکتِ تصوّفِ اسلامی کے ہر ہر شہری کی وجدانی کیفیت کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

مَنْ طَلَبَنِیْ وَجَدَنِیْ وَمَنْ وَّجَدَنِیْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ عَرَفَنِیْ عَشِقَنِیْ وَمَنْ عَشِقَنِیْ عَشِقْتُهٗ وَمَنْ عَشِقْتُهٗ قَتَلْتُهٗ وَمَنْ قَتَلْتُهٗ فَعَلَیَّ دِیَتُهٗ وَمَنْ عَلَیَّ دِیَتُهٗ فَاَنَا دِیَتُهٗ ہ

یعنی جو کوئی مجھ کو ڈھونڈے وہ مجھ کو پا لے، جو مجھ کو پا لے وہ مجھ کو پہچان لے، جو مجھ کو پہچان لے وہ میرا عاشق بن جائے، جو میرا عاشق بنے میں اُس کا عاشق بنوں، جس کا میں عاشق بنوں اس کو میں مار ڈالوں، جس کو میں مار ڈالوں، اُس کا خوں بہا مجھ پر لازم ہو جائے، جس کے لئے میرے ذمہ پر خوں بہا لازم ہو جائے تو میں ہی اس کا خوں بہا ہوں۔

چنانچہ ارتقائے خودی کے ضمن میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اسی مفہوم کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے !
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

(جاری ہے)

جہاد

مولانا خادم حسین پنڈوی

جہاد کا لفظ جہد سے مشتق ہے، جس کے معنی کوشش اور مشقت کے ہیں۔ حسب استطاعت قولاً یا فعلاً باطل قوتوں کو زیر کرنے کا نام جہاد ہے۔ قرآن پاک میں جہاد کے ساتھ قتال کا لفظ بھی متعدد بار استعمال ہوا ہے لیکن ان دونوں کا مفہوم علیحدہ ہے۔

جہاد محض دشمن سے لڑی جانے والی جنگ نہیں بلکہ نفس امارہ کے خلاف برسرپیکار رہنے کو بھی جہاد کہتے ہیں۔ دشمن کی سرکوبی کے لئے بزورِ شمشیر جو کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے اُسے قتال کہتے ہیں۔ زمانہ قبل اسلام میں جنگ و جدل کے لئے حرب کی اصطلاح بھی استعمال تھی مگر لغتِ اسلامی میں حرب کا لفظ پسندیدہ نہیں سمجھا گیا۔

اہمیتِ جہاد : جہاد افضل ترین عبادات میں سے ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے کہ :

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ط إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ٥

یعنی جو شخص جہاد کرتا ہے، وہ اپنے ہی مفاد کے لئے محنت کرتا ہے، بے شک خدا سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔

فرمانِ الٰہی جہاد کے ذریعہ فلاح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

دوسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے ۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ○

یعنی لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا تاکہ ہم اہنیں اپنا راستہ دکھائیں اور خدا تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے ۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے ؟ آپؐ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا، میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل افضل ہے ؟ آپؐ نے فرمایا والدین کی خدمت کرنا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کونسا عمل افضل ہے ؟ آپؐ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔

رسول اللہ صلعم سے عرض کیا گیا کہ لوگوں میں افضل شخص کون ہے ۔ آپؐ نے فرمایا وہ مؤمن جو اپنی جان سے اور اپنے مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہو ۔

رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ دو آنکھیں ایسی ہیں جن پر دوزخ کی آگ حرام ہے ایک وہ جو خدا کے خوف اور محبت میں آنسو بہاتی ہے ، دوسری وہ جو (اسلامی مملکت کی) سرحدوں پر پہرہ دیتی ہے ۔

ان آیات اور احادیث کی روشنی میں ہر مؤمن کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر لحظہ جذبۂ جہاد سے سرشار رہے ۔

جہاد کی قسمیں : دشمنانِ اسلام کے ساتھ معرکہ آرائی کرنے کے علاوہ جہاد کی اور بھی صورتیں ہیں جو یہ ہیں :

۱۔ نفس کے خلاف جہاد : یعنی اپنے نفس امارہ اور خواہشاتِ نفسانی کے خلاف جنگ کرنا اور شیطانی قوتوں کو غالب آنے نہ دینا۔ شیطانی قوتیں روح کی دشمن ہوتی ہیں اور انسان کے اعلیٰ اوصاف کو نقصان پہنچانے کیلئے کوشاں رہتی ہیں۔ نفسِ امارہ سے جہاد کرنے کا حکم رسول پاکؐ کی اس حدیث سے مترشح ہو جاتا ہے۔

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ یعنی مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔

۲) جہاد بالمال : ہر شخص کے لئے ممکن نہیں کہ وہ جہاد بالسیف میں حصہ لے، اس لئے صاحبِ ثروت مسلمانوں کے لئے جہاد میں مالی اعانت کرنے کی آسانی دی گئی ہے، یہ اقدام جہاد بالمال کہلاتا ہے۔

۳) جہاد بالعلم : قرآن کریم نے جہاد بالعلم کو جہادِ اکبر قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے :

فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ؕ

یعنی کافروں کا کہا نہ مان اور اس (قرآن) کے ذریعے اُن سے بڑا جہاد کر۔

ہر صاحبِ علم کا فرض ہے کہ وہ علم اور قلم کے ذریعے برائی کی قوتوں سے جہاد کرے اور تاریکی کو شکست دینے کے لئے علم و ہدایت کے چراغ فروزاں کریں تاکہ اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت صراطِ مستقیم پر رواں دواں ہو کر اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکے۔

نعتِ رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مردِ کوہستانی

مری نظر میں نہ تھی زندگی کی رعنائی
غبارِ یاس میں دھندلا گئی تھی بینائی

مرے تو ہاتھ سے چھوٹا تھا دامنِ اُمید
ترے خیال نے بخشی عجب توانائی

ترے ہی چشمِ ضیا بار کے تصوّر میں
گزر گئی شبِ غم کی سیاہ تنہائی

کسے مجال کہ منجدھارِ عشق سے گزرے
ہنوز قطرے کی ناپی گئی نہ گہرائی

حضورؐ! پھر بھی تمنّا ہے مضطرب دل کی
کہ مل سکے اُسے توفیقِ دشت پیمائی

وہ دورِ سادہ ترا کاش پھر پلٹ آئے
عذاب ہو گئی انساں کو اپنی دانائی

بیانِ حسن کی توفیق سے پکھ تسکین
عبث ہے ورنہ ہماری یہ خامہ فرسائی

کسی سے حق تری تعریف کا ادا کیوں ہو
حضورؐ! تجھ سے تو یزداں کی ہے شناسائی

بنے شریکِ محبت یہ آرزو اُس کی
عجب نہیں کہ دلِ مضطرب ہو سودائی

صبا کے دوش پہ آتی ہے گیسوؤں کی مہک
مچل رہا ہے تری دید کو یہ شیدائی

مگر کہاں مری اُس بزم تک رسائی ہو
ہو کس طرح سے مرے عشق کی پذیرائی

یہ یاس بھی ہے مگر کفر میرے مذہب میں
کبھی تو ہوگی وہاں پر مری بھی شنوائی

کبھی جو لطف کا تیرے خیال آتا ہے
تو بجنے لگتی ہے رُوحِ غمیں میں شہنائی

سدا جواں رہے یہ ذوقِ انتظار مرا
عجب یہ راہ مری زندگی کو دکھلائی

گُلِ شگفتہ کے انجام کے تصوّر سے
بہار نقطۂ آغاز پر پلٹ نہ آئی

مگر بہارِ محبت کے نرم سائے میں
کھلی کلی مرے دل کی تو پھر نہ مُرجھائی

دُعائے مردِ کہستاں یہی خدا سے ہے
نہ ختم ہو یہ محبت کی جادہ پیمائی

فقیہانِ شہر سے

مردِ کہستانی

حق کی تشہیر کیا کیجئے گا
نہ زمانے سے ڈرا کیجئے گا

بے حسی برف کی سل ہوتی ہے
آگ میں اپنی جلا کیجئے گا

اہلِ دنیا کہ ہیں صدیوں کے مریض
درد کی اُن کے دوا کیجئے گا

آپ کہتے ہیں جو کچھ اوروں سے
خود عمل ان پہ کیا کیجئے گا

بحثِ بے فائدہ سے ورنہ یونہی
روزِ محشر نہ بپا کیجئے گا

کہنہ اصنام ہیں یہ دولت وجاہ
ان بُتوں کو نہ خدا کیجئے گا

کچھ صنم دشمنِ ایمان بھی ہیں
اُن سے محتاط رہا کیجئے گا

اپنے سینوں کو بھی آبا کی مثال
مرکزِ صدق وصفا کیجئے گا

اہلِ عالم کی بھلائی کے لئے
حق کو باطل سے جدا کیجئے گا

چھوڑ کر خوئے غنیٰ آپ نہ یوں
دلِ منعم کو گدا کیجئے گا

اس نئے دور میں باطل سے جدل
مثلِ آں شیرِ خدا کیجئے گا

کام اسلاف کا تھا خدمتِ دیں
اُن کے رستے پہ چلا کیجئے گا

ہو اگر غلبۂ پندار و ریا
تو بہت یادِ خدا کیجئے گا

آپ نبیوں کے سبھی وارث ہیں
اس کا احساس کیا کیجئے گا

ہاتھ ظلمت کا بڑھا آتا ہے
دین کا گل نہ دیا کیجئے گا

مہد سے لحد تلک واجب ہے
علم تحصیل کیا کیجئے گا

کب تلک بیر نئی روشنی سے
ساتھ دُنیا کے چلا کیجئے گا

صیدِ غم مردِ کہستانی ہے
اُس کے حق میں دُعا کیجئے گا

ایک بے لوث عامل فضولی

ابوالعرفان

نوعِ انسانی کے جتنے افراد خارج میں پائے جاتے ہیں وہ مختلف قسم کے پیشے اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ کوئی اندھا بن کر گلے میں خیرات کی تختی لٹکائے گلی گلی اور شہر کا طوفانی دورہ جاری رکھتا ہے اور صدائے فقیر یوں بلند کرتا ہے کہ "اللہ کے واسطے ایک آنے کا سوال ہے، بھائی خدا آپ کی عمر دراز کرے! فقیر کو ایک روٹی کے پیسے دو، بھائیو! جو دے اس کا بھلا، جو نہ دے اس کا بھی بھلا" جب کوئی صاحب خیر اُسے کسی غیر معمولی چیز کی خیرات تھما دیتا ہے تو وہ جھوم جھوم کر یوں دعا کرتا ہے کہ!

چہ خوش کردی دلِ غمگین مارا
جزاک اللہ فی الدارین خیرا

کوئی کسی کنوارے نوجوان کے لئے اُس کی مرضی معلوم کئے بغیر اپنی فضولی وکالت سے رفیقۂ حیات کا انتخاب کرتا ہے۔

کوئی کسی نوّے سالہ بوڑھے سے بھاری رقم لے کر اس کے لئے کسی اٹھارہ سالہ دوشیزہ کا انتخاب کرتا ہے۔ وہ کسی خوبصورت نوجوان کا فوٹو دکھا کر دوشیزہ سے اس معاملے کے بارے میں اس کی رضامندی

لحاظ سے شیعہ امامیہ مکتبۂ فکر سے وابستہ ہیں ۔ اپنے مکتبۂ فکر کی مذہبی ترویج وترقی کے لئے موصوف کو حرکت میں آنے کی چنداں ضرورت نہیں ۔ لہذا موصوف نے غالباً یہ پختہ عزم کر رکھا ہے کہ وہ صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر کے بجھتے ہوئے چراغ کو روشن رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے ۔ واقعی یہ کام ایک بے لوث عامل فضولی کا نہایت "بے داغ" کارنامہ قرار پائے گا۔؟ کیوں نہ ہو! ان کی حالیہ قلمی سعی کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ کام ان کے والد بزرگوار سید علی کرلیسی مرحوم کی طرف سے اہل صوفیہ نوربخشیہ کے خلاف تیار کردہ ایک خفیہ مذہبی ماسٹر پلان پر کھلم کھلا بھی عملدرآمد کرنے کا اظہار ہے۔

نرالی دیدہ دلیری :- دیانتداری اور راست بازی کا تقاضا یہ ہے کہ دائرۂ اسلام کے جملہ مذاہب کے وابستگان اپنے اپنے مذہب اور اپنے اپنے مسلک پر چلتے رہیں ۔ اپنے اپنے مذہب کی ترویج وترقی کیلئے بے لوث مذہبی خدمات انجام دیتے رہیں ۔ کسی مکتبۂ فکر کے کسی بھی فرد کے لئے یہ نازیبا حرکت ہے کہ وہ کسی دوسرے مذہب کی کسی فقہی کتاب کا پوسٹ مارٹم کرنے کی ٹھان لے اور کوئی حیا محسوس نہ کرے ۔ چنانچہ آج کل کے انقلابی دور میں جناب سید عباس کرلیسی کو صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر کا درد آرام سے سونے کا موقع نہیں دے رہا ہے ۔ غالباً موصوف کو مختلف ذرائع سے پتہ چل گیا ہوگا کہ آج کل صوفیہ نوربخشیہ کی مذہبی ترویج وترقی کے لئے مذہبی نشر واشاعت کا کام ہو رہا ہے ، تو اس پر موصوف کے پیٹ سے دُخانِ خیانتِ مذہبی کے مرغولے اٹھنا شروع ہو گئے اور وہ اپنے والد کے خفیہ مشن کی تکمیل کا خواب دیکھنے لگے ۔ ماضی میں نشر واشاعت کے

فقدان کی وجہ سے صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر غیر صوفیہ نوربخشیہ مکاتب فکر والوں کی مذہبی دخل اندازی اور رخنہ اندازی کا شکار رہا۔ خصوصاً بلتستان میں صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر کو جو معنوی نقصان محترم سید عباس موسوی کریمی کے والد بزرگوار سید علی کریمی مرحوم کے ہاتھوں اٹھانا پڑا وہ کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے۔ کسی مناسب موقع پر "نوائے صوفیہ" کے آئندہ کسی شمارے میں انشاءاللہ ہم اس پر بھی روشنی ڈالیں گے۔

صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر والے ذرا ملاحظہ کریں کہ موصوف نے مجموعۂ شریعتِ محمدیہ "الفقہ الاحوط" کو ایک کھلونا سمجھ کر اس کے ساتھ طفلانہ کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے۔ موصوف کا یہ رنگین کھیل خود موصوف کے اپنے مکتبۂ فکر کے اہلِ علم کے نزدیک بھی ایک بدترین مذہبی خیانت ہے۔ ہم موصوف کی اس بدترین خیانت کی طرف حضور امام انقلاب اسلامی جناب آیت اللہ روح اللہ خمینی اور دیگر متعلقہ اربابِ اقتدار کی توجہ مبذول کرانے کا حق محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

عجیب بوکھلاہٹ

:- محترم سید عباس کریمی نے "تنویر سراج" کے نام سے کتاب "الفقہ الاحوط" کے ترجمۂ اردو کا آغاز کر دیا ہے۔ کتاب کے سرورق پر مترجم سید عباس کریمی واضح طور پر لکھا ہوا ہے۔ تاہم موصوف کو ہم ایک عجیب بوکھلاہٹ کا شکار پاتے ہیں، وہ یوں کہ موصوف نے اپنی مایۂ ناز کتاب "تنویر السراج" کے سرورق نمبر ۲ پر جہاں مترجم سید عباس موسوی کریمی لکھا ہوا ہے، اس کے نیچے کاغذ کا ایک ٹکڑا چسپاں کر دیا ہے اور اس ٹکڑے پر یوں لکھا گیا ہے :-

ضروری گزارش

کتاب کا اُردو ترجمہ مولوی روشن علی صاحب ہندی نے کیا ہے اور اس کا سلسلہ وار ذیلی حاشیہ راقم نے مرتب کیا ہے۔ سرورق پر راقم کے نام کے ساتھ جو مترجم لکھا گیا ہے، یہ سہوِ قلم ہے۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔

عباس موسوی کریمی

اس مضمون کی تمہید سے قارئین کو پتہ چلا ہوگا کہ ایک فضولی کارکن نے اپنی معاشی غنڈہ گردی پر پردہ ڈالنے کیلئے اٹھارہ سالہ دوشیزہ کے منفی ردِ عمل کے جواب میں کہا تھا کہ تیری یادداشت کمزور ہے یا یہ تیرا سہوِ نظر ہے۔ اسی طرح سے محترم کریمی صاحب نے بھی اپنے اس انوکھے کرتوت میں کسی روشن علی کی شمولیت کا ذکر کرکے اپنے مترجم ہونے کو سہوِ قلم قرار دیا ہے، مگر اُن کی اپنی باتوں سے اس سہوِ قلم کی واضح تردید ہوتی ہے۔ موصوف نے اپنی رنگین کتاب "تنویر السراج" کے پیش لفظ والا عنوان "گزارش مترجم" رکھا ہے۔ علاوہ ازیں اسی گزارش مترجم کے تحت جو خامہ فرسائی کی گئی ہے، اُس میں ان کی مندرجہ ذیل باتیں ہماری تائید و تصدیق کرتی ہیں۔ (وہ اپنی نرالی دیدہ دلیری یوں اظہار کرتے ہیں، ملاحظہ فرمایئے):-

"چنانچہ میرے والد مرحوم و مغفور عمدۃ العلماء الافاضل آقائے سید علی موسوی کریمی نے اس سلسلے میں قدم اٹھایا تھا، لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور کام ادھورا رہا۔ اب اللہ کا شکر ہے کہ راقم کو اس موضوع پر پڑھنے لکھنے اور کتاب احوط کے مطالعہ و تنقیح کا موقع ملا۔

امید ہے کوئی مستقل کام ہو سکے ۔ سر دست متذکرہ کتاب احوط کی کتاب الصلوٰۃ کا اردو ترجمہ حاضرِ خدمت ہے ۔ یہ اسی سلسلۂ موضوع کی ایک کڑی ہے جس کی تکمیل کا راقم نے تہیہ کر لیا ہے ، بشرطیکہ اللہ کا فضل و کرم شاملِ حال ہو ۔ اہلِ علم سے مستدعی ہوں کہ اگر وہ اس مجموعہ میں کوئی لغزش پائیں تو اس سے درگزر فرمائیں ۔ اس بارے میں مفید تجاویز سے نوازیں ۔ پھر یہ بھی توقع ہے کہ کتاب احوط کا جن غیر ذمہ دار افراد نے ترجمہ کرنے کے معاملے میں کاٹ چھانٹ اور کتر بیونت کر کے خیانت کا ثبوت دیا ہے ، جو قطعاً ناروا ہے ، اس ترجمہ کا اُن کے ساتھ موازنہ کریں ۔ راقم نے جہاں تک ہو سکا ہے ، تحت اللفظ ترجمہ ، حاشیہ میں اصل کتاب کے مقاصد کی تشریح کا التزام رکھا ہے ، تاکہ علمی اور دینی امانتداری کا حق پورا ہو ۔ یہ بات ضرور اس وقت صحیح معلوم ہو گی جب دونوں ترجموں کا صحیح موازنہ کیا جائے ۔ والسلام

اقل الطلبہ

سید عباس موسوی الکریسی پاکستانی

بوجھو تو جانیں :-

عقلِ سلیم اور فہمِ صحیح رکھنے والوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ محترم سید عباس موسوی کریسی مقیم قم ایران ایک بے لوث عامل فضولی کا سا کردار ادا کر رہے ہیں ۔ عامل فضولی کا کام یوں ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کے مفاد میں کوئی کام خود اپنی طرف سے کر لیتا ہے ، چاہے دوسرا شخص اُسے برقرار رکھے یا توڑ دے ۔ ایسا ہی کام ایک بے لوث عامل فضولی کا روپ دھار کر کریسی صاحب

آج کل مصروف ایام گزار رہے ہیں۔ وہ صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر کی ترقی کا درد لے کر اٹھے ہیں؟ یہ ایسا "درد" ہے جو انہیں اپنے پدر بزرگوار سے ورثہ میں ملا ہے، جس کا اعتراف انہوں نے خود کیا ہے۔ سنجیدہ طبقہ یقین کرتا ہے کہ کریسی صاحب ایک بے لوث عامل فضولی بن کر صوفیہ نوربخشیہ کے ساتھ جو انوکھا عقد باندھنے پر تلے ہوئے ہیں، یہ عقد اہل صوفیہ نوربخشیہ کے لئے کسی بھی صورت قابل قبول نہیں ہے۔ کریسی صاحب کا یہ عقدِ فضولی آپ سے آپ رفو چکر ہوتے کو ہے۔ وہ اپنے مخصوص عزائم کے تحت چاہے کوئی مستقل کام کریں یا عارضی طور پر اس بے سود خامہ فرسائی کے بعد اپنی محنت اور طبع آزمائی کی خیر منائیں، اہل صوفیہ نوربخشیہ ان کی اس رنگین مذہبی خدمت کو کبھی پذیرائی نہیں بخشیں گے۔ ان کو ہماری کتاب **الفقہ الاحوط** کی تنقیح کا موقع نہیں ملا بلکہ سراسر تحریف اور تخریب کا موقع ضرور ملا ہے۔ چنانچہ ان کی اپنی باتوں سے واضح طور پر ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ کتاب **الفقہ الاحوط** سے کھیلتے ہوئے اس کا اردو ترجمہ اور ذیلی حاشیہ چڑھا کر عباراتِ متنِ عربی کے مطالب کی دھجیاں بکھیرنے کا سیاہ کارنامہ دونوں کے دونوں کریسی صاحب کی اپنی حرکتیں ہیں۔ موصوف کی اس بالوث مذہبی خدمت میں دو حجۃ الاسلام صاحبان بھی شرکت کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ دونوں حجۃ الاسلام صاحبان بھی کریسی صاحب کی طرح صوفیہ نوربخشیہ کی ترویج و ترقی کے خواہاں نظر آتے ہیں؟ ایک حجۃ الاسلام نے رنگین کتاب "تنویر السراج" کا مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ گویا تینوں کے تینوں ایک سے ایک بڑھ کر "دیانت دار" لگ رہے ہیں؟ (کیا خبر حجۃ الاسلام

صاحبان عامل فضولی ہی کے بہروپ ہوں) کتاب اور مقدمۂ کتاب میں بعض فرقوں کے ساتھ شاہ سید علیہ الرحمہ کی موافقت اور بعض کے ساتھ اُن کی مخالفت کا ذکر کرنا، نیز انتہائی تقیہ کے عالم میں بعض مسائل کے لکھنے کا ذکر کرنا دراصل مجموعۂ شریعت محمدیہ کما کانت فی زمانہ "الفقہ الاحوط" سے سراسر دانستہ جہالت یا دانستہ اغماض اور نہایت مضحکہ خیز باتیں ہیں۔ دوسرے حجۃ الاسلام صاحب نے "کشمیر کی شیعہ تاریخ کا ایک ورق" کے عنوان سے زبردست تحقیقی کام کا ثبوت دیا ہے۔ یہاں پر اس حجۃ الاسلام صاحب نے بھی محترم کریمی صاحب کے مترجم ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو!

"آقائے کریمی کے علمی ذوق و شوق اور محنت و کاوش کا شرح مذکور کے علاوہ ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ انہوں نے متذکرہ کتاب الصلوٰۃ کا اُردو زبان میں ترجمہ کیا ہے اور اس کو چھپوانے کا خیال رکھتے ہیں"۔

اس کے باوجود آقائے کریمی صاحب نے اُردو ترجمہ کی ذمہ داری کسی روشن علی پہ ڈالنے کی مضحکہ خیز کوشش کی ہے، مگر وہ اپنے سہو قلم کو باور کرانے میں بالکل ناکام رہے۔ بقول کسے!

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا
اِدھر ٹانکا اُدھر اُدھڑا، اُدھر ٹانکا اِدھر اُدھڑا

قارئین کرام! ذرا بوجھو تو جانیں کہ اس سے بڑھ کر مضحکہ خیز بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ محترم کریمی صاحب مکمل طور پر غیر صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے کے باوجود خود کو صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر کا ایک ذمہ دار فرد سمجھنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ جیسا کہ موصوف اپنی

"گزارش مترجم" کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ!

"پھر یہ بھی توقع ہے کہ کتاب احوط کا جن غیر ذمہ دار افراد نے ترجمہ کرنے کے معاملے میں کاٹ چھانٹ اور کتر و بیونت کر کے خیانت کا ثبوت دیا ہے جو قطعاً ناروا ہے"

واہ واہ! حضرت کربیسی صاحب مقیم قم ایران نے کیسا منصفانہ اور عادلانہ فیصلہ صادر فرمایا کہ اپنے گھر کی دیکھ بھال اور آرائش کا صحیح حق ادا کرنے والا خیانت کار ٹھہرایا گیا لیکن غیر کے گھر پر شبخون مارنے والا امانت دار ٹھہرا؟ اس بے نظیر فیصلے کو سن کر روح نوشیروان بھی جھوم اٹھے گی۔؟ بڑی عجیب بات ہے کہ بیرون ملک اقامت پذیر ہو کر ایسا شوق چڑھا ہے کہ وہ اپنے کسی مکتبۂ فکر کی کسی کتاب کی مزید تشریح و توضیح میں اپنا زورِ قلم صرف کرنے کی بجائے کسی دوسرے مکتبۂ فکر کی فقہی کتاب کو مذموم مقصد کے تحت تختۂ مشق بناتے ہوئے عار محسوس نہیں کرتے۔ اگر وہ ایک بے لوث عامل فضولی بن کر بالفرض احناف کی فقہی کتابوں قدوری، نور الایضاح اور کنز الدقائق وغیرہ کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کرنے لگ جائیں جیسا معاملہ انہوں نے "الفقہ الاحوط" کے ساتھ کھلونا سمجھ کر کیا ہے، تو اس کا ردّ عمل کس قسم کا ہوگا؟ ہر عقل مند آدمی کو اس کا جواب معلوم ہونا چاہیئے۔ اسی طرح سے اگر بالفرض کربیسی صاحب موصوف اپنے مکتبۂ فکر کا ایک ذمہ دار فرد ہونے کے باوجود کسی دوسرے مکتبۂ فکر کا وظیفہ خوار بن کر اپنی ہی کتابوں تبصرۃ المتعلمین، شرائع الاسلام اور شرح اللمعہ کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کرنے لگ جائیں جیسا

معاملہ انہوں نے الفقیہ الاحوط کے ساتھ کیا ہے تو اس کا ردِ عمل بھی کس قسم کا ہوگا، ہر عقل مند آدمی کو اس کا جواب معلوم ہونا چاہیئے۔ اسی طرح سے اگر ہم بھی محترم آقائے کریمی کے نقشِ قدم پر تھوڑی دیر چلتے ہوئے انہی کے مکتبۂ فکر کی کتاب شرائع الاسلام اور شرح اللمعہ کی عبارات متن کے اصل مطالب کی دھجیاں بکھیرنے کا سیاہ کارنامہ انجام دے کر "تنویر السراج" کے انداز پر "تکسیر الزجاج" کے نام سے ایک رنگین کتاب منظرِ عام پر لا کر خود کو اس مذہبی غنڈہ گردی نامی کام کی انجام دہی کا حق رکھنے والے ایک ذمہ دار فرد ٹھہرانے لگ جائیں تو کیا اس پر آقائے کریمی مدظلہ العالی کے مکتبۂ فکر والے خاموش تماشائی بن کر رہیں گے یا اُن کے احتجاجی جلوس کا ریلا بے قابو ہو جائے گا! لہٰذا اس مقام پر ہماری طرف سے اپنے مکتبۂ فکر کے آئینی دفاع کے لئے صدائے احتجاج بلند کرنے کیلئے جس قسم کا لہجہ اختیار کیا جائے وہ آقائے کریمی صاحب قبلہ کی الزکھی اور قانوناً قابلِ مؤاخذہ دیدہ دلیری کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہوگا۔ صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر والوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنے کا قابلِ مذمت اقدام کر کے اپنے منصب کی لاج رکھنے کا انہیں قطعاً خیال نہ رہا اور اس اقدام کے ممکنہ انجام سے بے خبری کا شکار ہو کر اپنی گلی کا روباہ غیر کی گلی کا شیر بننے کا خواب دیکھنے لگا۔ خوب آگاہ رہنا چاہیئے کہ اس قسم کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر والے اب پوری طرح بیدار ہیں۔ وہ رواں صدی کے آغاز والی حالت پر نہیں ہیں۔ ایک زمانہ ایسا بھی تھا جب نفسِ امارہ کے شکار بہت

سے مصلحت بین فقیہان شہر نے تبلیغ کا انوکھا معیار مقرر کر کے صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر کے عوام کالانعام کو اپنے مخصوص اور ممتاز احکام شرعیہ سے بیگانہ رکھنے کے لئے مذموم اقدامات کر کے ان کے اذہان کو اپنی خواہشات نفسانیہ کی بھینٹ چڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے بڑی تعداد میں تعلیم یافتہ افراد کے ابھرنے کی بدولت اب پہلے کی سی مذہبی اندھیر نگری کی گنجائش نہیں ہے۔ اب کوئی نیم ملا اہل صوفیہ نوربخشیہ کے پختہ ایمان کو خطرے سے دوچار کرنے کی ناپاک سعی میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ آقائے کریسی سمیت ان کی طرح کا کوئی بھی مذہبی ٹھیکیدار اس قسم کے گھناؤنے جرم کا مرتکب ہو جائے تو ان کو منہ کی کھانی پڑے گی۔

حرفِ آخر :-

خوب آگاہ رہے کہ ہم بے لوث عامل فضولی کے مصداق قبلہ کریسی صاحب کی رنگیلی کتاب "تنویر السراج" کی مکمل تردید میں قلم اٹھانے کی زحمت گوارا نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنا منفی ردِ عمل ظاہر کر رہے ہیں۔ ہمارے لئے ایک بڑا مشکل کام یہ تھا کہ اگر قبلہ کریسی صاحب کا موجودہ کارنامہ صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے کسی گندم نما جو فروش کی طرف سے انجام دیا گیا ہوتا۔ پھر تو ہم اسے بے نقاب کرنے کیلئے کتاب مذکور کی ایک ایک بات کا منہ توڑ جواب دیتے۔ لیکن صورت حال ایسی نہیں ہے۔ ہم اپنے معنوی دفاع کے لئے بیرونی نقب زن عناصر کا سامنا کرنے کو بالکل متعد ہیں۔

گرامی قدر آقائے کریسی صاحب قبلہ نے اپنی "گزارشِ مترجم" میں ایک قابلِ ذکر بات بھی تحریر فرمائی، وہ یہ ہے کہ!

"اہلِ علم سے مستدعی ہوں کہ اگر وہ اس مجموعہ میں کوئی لغزش پائیں تو اُس سے درگزر فرمائیں۔ اس بارے میں مفید تجاویز سے نوازیں"۔

دیکھئے جناب! اہلِ علم تو اہلِ علم ہیں، ہمارے اہلِ جہل بھی صاف صاف کہہ رہے ہیں اور صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں کہ قبلہ جی کا مذکورہ مجموعہ سراپا لغزش کی مُنہ بولتی تصویر کے سوا کچھ نہیں۔ پھر یہ لغزش بھی ایسی لغزش ہے جس سے درگزر کرنے کا تصور صرف وہ شخص کر سکتا ہے جو صحیح فہم و فراست سے یکسر عاری ہو، جو شخص سمجھ بُوجھ کا مالک ہو، مذہبی غیرت سے سرشار ہو، حرارتِ ایمانی کا حامل ہو اور حقیقی دردِ دل کا آرزو مند ہو وہ خود کو شمس الدین الثالث لقب عطا کرنے والے پدر بزرگوار کے فرزند ارجمند آقائے سید عباس کریسی مقیم قم کی اس رنگین کارکردگی اور مذہبی خیانت سے درگزر کرنے کا تصور ہی نہیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی مذہبی خیانت کاری، عدل و انصاف کے تقاضوں کو خوب جاننے والے دیانت دار اہلِ علم کے نزدیک ناقابلِ معافی سنگین مذہبی جُرم ہے۔

قبلہ کریسی صاحب کو اس بارے میں مُفید یا مُضر تجاویز خود اُن کے حلقے سے موصول ہو سکتی ہیں۔ ہماری طرف سے اُن کی خدمتِ عالیہ میں مؤدبانہ التماس صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ

آئندہ اس قسم کی بے سود خامہ فرسائی میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کریں۔ صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر کے سدابہار باغ کو خزاں زدہ بنانے کی ہر کوشش انشاءاللہ خاک میں مل جائے گی۔ صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر کو اپنے گھر کی لونڈی سمجھنے کا نظریہ ترک کیجئے۔ ظلمت شب کو سحر کی روشنی قرار دینے کی حماقت نہ کیجئے۔ ہم ایک ہی سوراخ سے دوبار نہیں ڈسے جائیں گے۔ کوئی صوفی نوربخشی آپ کے دام فریب میں دیدہ ودانستہ پھنس جانے کو کبھی پسند نہیں کرے گا۔ ورنہ عقل ودانش کی دنیا ہم کو اپنی بے وقوفی اور ذہنی جمود کا طعنہ دے گی اور میر تقی میر کی یہ بات ہم پر صادق آئے گی ے

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

فقہی مسائل

ابو العرفان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

عنوان بالا یعنی "فقہی مسائل" کے تحت محترم قارئین کے ان سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے، جن کا تعلق روزمرہ بجالائے جانے والے یا کبھی کبھار پیش آنے والی جزئیات کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہم سوالات کا دائرہ فی الحال محدود رکھنا چاہتے ہیں، لہذا قارئین کرام وضو، غسل، تیمم اور نماز کے بارے میں سوال کر سکتے ہیں۔ اگر ایک ہی سوال کئی آدمیوں کی طرف سے موصول ہو جائے تو سب سے پہلے جس شخص کی طرف سے موصول ہوگا، اسی کا نام لکھا جائے گا۔ جو سوال غیر ضروری اور فقط وجودِ ذہنی والا ہو اور عبادات و اعمال کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو تو ایسے سوال کا جواب شائع نہیں کیا جائے گا۔ استباحتِ صلوٰۃ کے لئے بطورِ شرطِ جواز وجوباً بجالائے جانے والے شرعی احکام یعنی وضو، غسل اور تیمم کے بارے میں صوفیہ نوربخشیہ مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے نوربخشی مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ مجموعۂ شریعتِ محمدیہ کے مطابق اپنے مخصوص اور ممتاز شرعی احکام سے پوری طرح باخبر ہوں اور ان

کی بجا آوری اپنے ہی مکتبۂ فکر کے طریقہ کے مطابق کی جائے تاکہ بجا لائی جانے والی ہر عبادت اخروی لحاظ سے ہمارے حق میں بار آور ثابت ہو جائے، ہماری شان امتیازی آب و تاب کے ساتھ باقی رہے اور کسی بھی بیگانہ معنوی تسلط کو پچھلے سے ہماری طرف بھٹکنے کا موقع نہ مل سکے، جیسا کہ ماضی میں ایسا ہونے کی وجہ سے آج کل دنیا ہمیں کبھی تو لاعلاج روحانی مریض کہہ کر پکارتی ہے اور کبھی ہمیں منہ بھی بہروپیے کا لقب عطا کرتی ہے۔ اس قسم کی طعنہ زنی عوام الناس کیلئے عموماً اور اہل علم حضرات کے لئے خصوصاً ایک فکری چیلنج ہے جسے قبول کر کے دنیا کو ہمارے حق میں اس قسم کے القاب عطا کرنے کا موقع نہ دینا اہل علم حضرات کی نہایت اہم اور ایسی بڑی ذمہ داری ہے جس سے عہدہ برآ نہ ہونا نعرہ ابلیس کو سن کر خوشی سے تالیاں بجانے کے مترادف ہے۔

سوال:۔ کلائیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا، کلی کرنا اور استنشاق یعنی ناک میں پانی ڈالنا، یہ تینوں وضو کے مسنون افعال میں سے ہیں۔ اُن کی بجا آوری نیت وضو سے پہلے کی جاتی ہے یا بعد میں؟

(عبد الحکیم خان صاحب اسلام آباد)

جواب: مبسملاً و حامداً و مصلیاً:۔

وضو کے کچھ مسنون افعال وہ ہیں جو نیت کے بعد بجا لائے جاتے ہیں اور کچھ مسنون افعال وہ ہیں جن کی بجا آوری نیت وضو سے پہلے کی جاتی ہے۔ چنانچہ بسملہ سمیت سوال مذکور

میں موجود احکام مسنونہ کی بجاآوری نیتِ وضو سے پہلے کی جاتی ہے - دعوات صوفیہ کے قدیم ترین قلمی نسخوں اور مطبوعہ نسخوں میں اس کا واضح تذکرہ موجود ہے - مجموعۂ شریعتِ محمدیہ الفقہ الاحوط سے اس کی تصدیق ہوتی ہے - ملاحظہ فرمائیں :-

وَاَنْ تَقُوْلَ بَعْدَ النِّيَّةِ عِنْدَ غَسْلِ الْوَجْهِ اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ الخ

ترجمہ :- (مسنون افعال میں سے) نیت کے بعد منہ دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ الخ کہنا - اس فقہی عبارت سے اس بات کا واضح ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ نیت وضو کے بعد منہ کا دھونا ہے اور منہ دھوتے وقت مذکورہ دعا کا پڑھنا مسنون ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ وضو میں نیت کرنے کے بعد ایک واجب حکم پر عمل کرنا ہوتا ہے - نیت اور اس واجب حکم کے درمیان مسنون افعال کا فاصلہ نہیں ہوا کرتا ہے - نیت پر بعض مسنون افعال کا مقدم ہونا شرعاً کوئی باعثِ قباحت یا اعتراض نہیں ہے - جیسا کہ الفقہ الاحوط کی رُو سے دعائے استفتاح کو نیتِ نماز سے پہلے بھی پڑھنا جائز ہے - یہ سوال مذکور کے درست جواب کی شرعی نظیر ہے -

سوال :- وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز تحیتِ وضو پڑھی جاتی ہے - کیا غسل کرنے کے بعد وہی نماز تحیتِ غسل کے نام سے پڑھی جائے گی ؟

(غلام مہدی صاحب - اسلام آباد)

جواب : مبسملاً وّحامداً وّمصلّیاً :-

بات دراصل یوں ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں استباحتِ نماز کے

لئے حاصل کی جانے والی مطلق طہارت کے بعد دو رکعت پر مشتمل نمازِ نفل کی ادائیگی مسنون ہے، خواہ وہ طہارتِ صغریٰ کے بعد ہو یا طہارتِ کبریٰ کے بعد۔ اس نفلی نماز کا نام شرعی اصطلاح میں نمازِ تحیتِ وضو قرار پایا ہے۔ چونکہ طہارتِ صغریٰ یعنی وضو کی بجا آوری طہارتِ کبریٰ یعنی غسل کی بجا آوری کی نسبت زیادہ ہوتی ہے لہٰذا "لِلاَکثَرِ حُکمُ الکُلِّ" والے ضابطے کے تحت اس حالتِ مخصوصہ والی نفل نماز کا نام نمازِ تحیتِ وضو شرعاً مشروع اور مشہور ہوا۔ شریعتِ محمدیہ کے باعمل اصحابِ وعظ و تبلیغ اور اہلِ کرامات بزرگانِ دین کا اس پر تواترِ عملی چلا آتا ہے۔ اس بنا پر آپ طہارتِ کبریٰ کی بجا آوری کے بعد بھی اس نماز کی نیت کو اُصَلِّیْ تَحِیَّۃَ الوُضُوْءِ الخ ہی پڑھیں۔ اُصَلِّیْ تَحِیَّۃَ الغُسْلِ الخ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال:۔ کیا صبح اور عصر کی سنت نمازوں کو فرض نمازوں کے بعد ادا کرنا جائز ہے؟

(محمد علی صاحب۔ اسلام آباد)

جواب:۔ مبسملاً وحامداً و مصلیاً۔
نمازِ فرض صبح کی ادائیگی کے بعد سے لے کر طلوعِ آفتاب تک سنتِ صبح سمیت ہر قسم کی نوافل کی ادائیگی مکروہ ہے۔ پس اگر کسی کو سنتِ صبح پڑھنے کی فرصت نہ ملے اور وہ فرض صبح باجماعت ادا کرے تو اُس کے لئے مکروہ طور پر سنتِ صبح پڑھنے میں مشغول ہونے کے بجائے اورادِ فتحیہ پڑھنے میں مشغول ہونا چاہئے۔

پھر دیکھا گیا ہے کہ بعض حضرات سنتِ صبح کو طلوعِ آفتاب کے بعد قضاءً پڑھتے ہیں، ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

عصر کی فرض نماز پڑھ چکنے کے بعد خود عصر کی سنتوں کا پڑھنا تو سرے سے جائز ہی نہیں ہے، البتہ نوافل کی ادائیگی مکروہ ہے چنانچہ الفقہ الاحوط میں اس کی صراحت موجود ہے۔ واضح رہے کہ صبح اور عصر کی فرض نمازوں کے بعد فوت شدہ فرض نمازوں کی قضاءً بجا آوری بلا کراہت درست ہے۔

سوال :۔ کیا مقتدی کے لئے امام سے پہل جائز ہے؟
(فاتح محمد امین دُکھی صاحب۔ اسلام آباد)

جواب : ملہماً وّ حامداً وّ مصلیاً :۔

مقتدی کا مطلب امام کی تابع داری کرنے والا یا اقتدا کرنے والا ہے۔ چنانچہ باجماعت نماز کی ادائیگی کی صورت میں مقتدی کی تین قابلِ ذکر قسمیں وجود پذیر ہو سکتی ہیں۔

۱۔ وہ مقتدی جو نماز کے ارکانِ قولی اور ارکانِ فعلی دونوں میں امام کے پیچھے رہتا ہے۔

۲۔ وہ مقتدی جو نماز کے ارکانِ قولی اور فعلی دونوں میں امام کے بالکل ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

۳۔ وہ مقتدی جو نماز کے ارکانِ قولی اور ارکانِ فعلی دونوں میں امام سے آگے آگے جاتا ہے۔

مقتدی بننا کو نماز کی باجماعت ادائیگی کا پورا پورا ثواب ملتا ہے۔

مقتدی نمبر ۲ کو انفرادی طور پر نماز کی ادائیگی کا ثواب ملتا ہے۔
مقتدی نمبر ۳ کی نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں۔
یہ کیوں! اس لئے کہ!
مقتدی نمبر ۱ صحیح معنوں میں امام کا مکمل اقتدا کرنے والا بن جاتا ہے۔
مقتدی نمبر ۲ امام کا مساویانہ کردار ادا کر رہا ہے، لہذا اُس کے نتیجے میں وہ منفرد نماز کے ثواب کا حق دار ٹھہرتا ہے۔
مقتدی نمبر ۳ مقتدی بننے کے بجائے اُلٹا خود امام کا کردار ادا کر رہا ہے، لہذا وہ اس حالت میں نماز سے سبکدوش ہونے والا نہیں ہو گا۔

مزید وضاحت:

۱۔ اگر مقتدی نمبر ۱ قولی اور فعلی ارکان میں سے ایک میں امام کے آگے جائے تو اُس کا حکم بھی مقتدی نمبر ۳ کا سا ہو گا۔
۲۔ اگر مقتدی نمبر ۲ قولی اور فعلی ارکان میں سے ایک میں امام کے آگے جائے تو اُس کا حکم بھی مقتدی نمبر ۳ کا سا ہو گا۔
۳۔ اگر مقتدی نمبر ۲ قولی ارکان اور فعلی ارکان میں سے ایک میں امام کے ساتھ رہے اور دوسرے میں امام سے پیچھے رہے تو وہ اسی حیثیت کے مطابق ثواب کا حق دار ٹھہرے گا۔

واضح رہے کہ فقہ احوط کی رُو سے امام سے پیچھے رہنے کی حد بندی کی گئی ہے، یعنی ایک رُکن کے ساتھ وہ پیچھے رہ سکتا ہے۔ ایک سے زیادہ ارکان کے ساتھ پیچھے رہنا درست نہیں۔

چنانچہ مجموعۂ شریعت محمدیہ الفقہ الاحوط میں ہے کہ :

وَلَا يَجُوْزُ التَّقَدُّمُ وَالتَّاَخُّرُ عَنِ الْاِمَامِ بِرُكْنَيْنِ ه

یعنی امام سے آگے جانا بھی اور دو رکن کے ساتھ پیچھے رہنا بھی دونوں ناروا ہیں۔ اس سے صاف طور پر از روئے شریعت معلوم ہو گیا کہ امام سے ایک رکن کی بجا آوری کی مقدار اور انداز کے برابر مقتدی پیچھے رہ سکتا ہے۔ جب دو رکن کی مقدار میں وہ پیچھے رہ جائے تو اس کا حکم امام سے آگے جانے والے کا سا بن جاتا ہے۔

یہ احکام صرف جہری نمازوں سے تعلق رکھنے والی صورتیں ہیں۔

نوٹ : قارئین کرام ہماری بیان کردہ شرط کے مطابق اپنا اپنا مختصر سوال ذیل کے پتے پر ارسال فرمائیں۔

ابو العرفان محمد بشیر
خطیب جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ
سیکٹر G-7/4، اسلام آباد۔

خاتمہ "نوائے صوفیہ" قسط ۱

آئینہ صوفی نوربخشی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱ - بندہ	خدا
۲ - ذریت	آدم علیہ السلام
۳ - ملت	ابراہیم علیہ السلام
۴ - امت	محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۵ - دین	اسلام
۶ - کتاب	قرآن
۷ - کعبہ	قبلہ
۸ - متابعت	سنت نبوی ص
۹ - محبت	علی علیہ السلام
۱۰ - سلسلہ	ذہب
۱۱ - مذہب	صوفیہ
۱۲ - مشرب	ہمدانیہ
۱۳ - روش	نوربخشیہ
۱۴ - مرید	مرشد

اللھم صل علیٰ محمد وآل محمد